HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

سدرہ حیات

آس باقی ہے

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

سدرہ حیات

آس باقی ہے

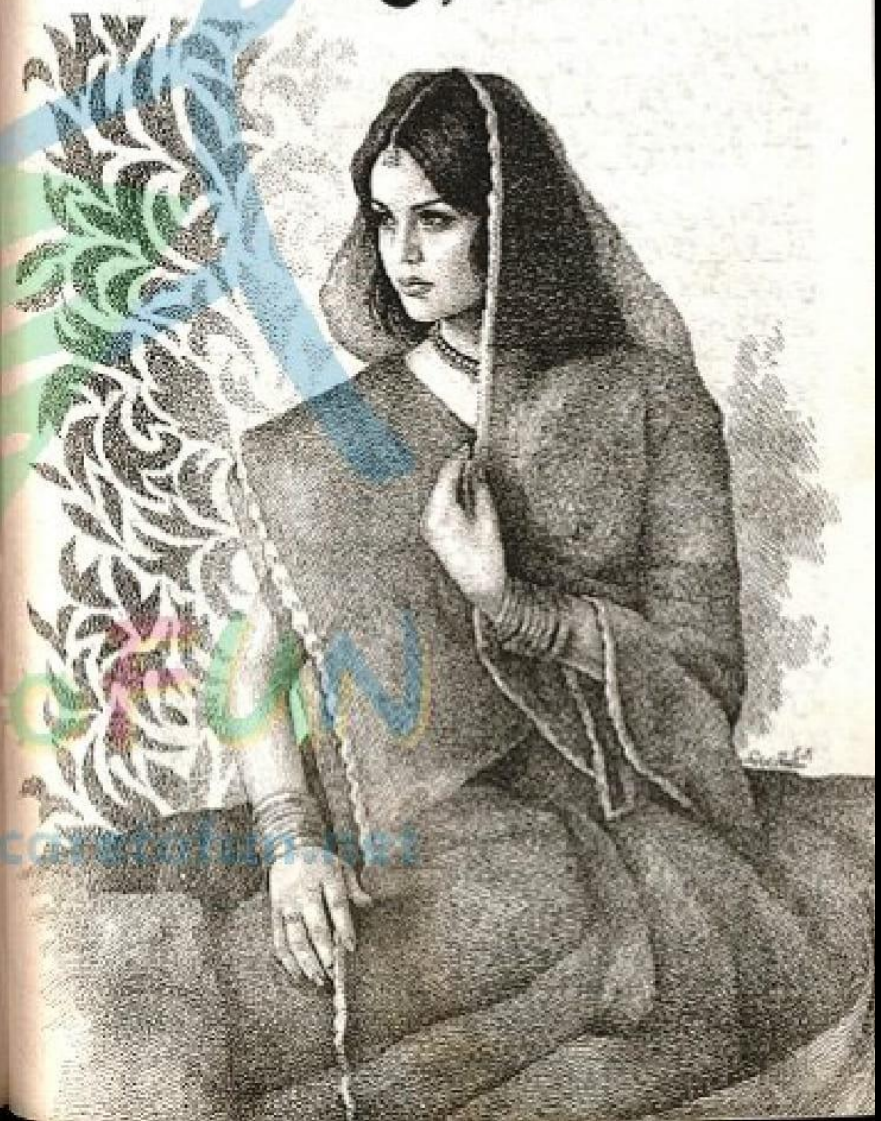

صبح کی روشنی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چار سو پھیل چکی تھی۔ جاگنگ ٹریک پر جاگنگ کرتے اسے خاصا وقت گزر چکا تھا۔ ٹریک سے اترتا وہ اپنی مخصوص بینچ پر کچھ دیر سستانے بیٹھ گیا۔ نگاہ عادتاً دائیں بازو پر بندھی گھڑی پر پڑی تو لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ روز یہی وقت ہوا کرتا تھا جب وہ بینچ پر آ کر بیٹھتا۔ یہ اس کا معمول تھا، دفتر جانے سے پہلے ڈیڑھ گھنٹہ وہ اسی پارک میں گزارتا تھا۔

پانی کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے اس کی نگاہیں اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ یہاں آتے ہوئے اسے خاصا طویل عرصہ ہو گیا تھا مگر اس نے کسی سے روابط بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لوگوں کی بھیڑ اب اسے خوشی نہیں دیتی تھی۔ وہ بس خاموشی سے لوگوں کے چہرے ٹٹولتا رہتا۔ کبھی ذہن اپنی زندگی کی جانب بھٹک جاتا۔ کہنے کو اس کے پاس سب کچھ تھا پھر بھی جیسے کچھ کمی سی تھی۔ ایک بے سکونی سی تھی جو اسے اپنی زندگی میں محسوس ہوتی۔

موبائل پر بجتے الارم نے اسے سوچوں کے بھنور سے نکالا تو گہری سانس لیتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فرصت کے وہ پندرہ منٹ ختم ہو چکے تھے جن میں وہ سوچوں کے سمندر میں بہہ جایا کرتا تھا۔ اب آفس پہنچتے ہی اس کی مصروف ترین روٹین کا آغاز ہونے والا تھا۔ وہ ایک کامیاب بزنس مین تھا جس کا ہر لمحہ قیمتی تھا۔

☆☆☆

گھر کے دروازے سے اندر گھستے ہی اس نے سفید رنگ کی چادر اتار کر برآمدے کی چارپائی پر اچھالی اور خود چھوٹے سے کچن کے باہر لگے نیسن کی جانب بڑھی۔ نل کھولنے پر پانی کی پتلی سی لکیر بہنے لگی جسے دیکھتے ہی اس کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

"پانی ختم ہو گیا ہے زوہا باجی! اور بجلی بھی نہیں ہے۔" دروازہ بند کر کے کچن کی جانب جاتی اریبا نے اطلاع دی۔ پانی اب ٹپ ٹپ گر رہا تھا۔ مجبوراً ہتھیلی میں چند قطرے بھر کر اس نے چہرہ بھگویا جو گرمی کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ گہری سانس لیتی وہ چارپائی پر جا کر ٹک گئی۔ حسرت بھری نگاہ برآمدے کی چھت پر لگے پنکھے پر ڈالی جو ساکت تھا اور یہ کوئی پہلی بار تو نہیں ہوا تھا۔ یہ تنگی اور غربت تو آنکھ کھلتے ہی اس کے نصیب میں آئی تھی جس کے ساتھ اسے سمجھوتا کرنا پڑا تھا۔ زندگی میں اور بھی بہت سی محرومیاں تھیں جو اس کے ساتھ پل کر جوان ہوئی تھیں۔

وہ جو نیم دراز ہو چکی تھی۔ اریبا کے کندھا ہلانے پر اٹھ بیٹھی۔ اس کے ہاتھ سے کھانے کی ٹرے لے کر

مکمل ناول

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

سامنے رکھی۔ سالن کے نام پر بنی وہ پتلی سی دال چوتھی بار اسے پیش کی گئی تھی۔

"یہ کیا ہے؟"

"عرف عام میں اسے دال کہتے ہیں۔" اریبا نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"اور یہ قیدیوں والی دال کب تک ملتی رہے گی۔ کچھ اور نہیں ہے کھانے میں؟ پرسوں سے یہی کھا رہی ہوں۔" زوہا نے منہ بنایا۔

"بس یہ آخری پلیٹ ہے۔ رات سے چھوٹے ملیں گے۔" اریبا نے شرارت سے کہا۔ مہینے کے آخر میں انہیں یوں ہی ایک سالن کو چار چار دن تک کھانا پڑتا تھا۔ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے نوالہ توڑ لیا۔ شام کے چھ بج رہے تھے اور یونیورسٹی میں بھی آج اس نے کچھ نہیں کھایا تھا۔

"بس ایک بار میرا یہ آخری سمسٹر ختم ہو جائے نا پھر اچھی سی جاب کروں گی۔ تم دیکھنا کیسے دن پھریں گے ہمارے۔"

"یہاں تو لوگوں کو اچھی کیا بری جاب بھی نہیں ملتی۔ اتنے بڑے بڑے خواب مت دکھائیں زوہا باجی۔" اریبا اپنی کتابیں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"خواب دیکھنا بری بات نہیں ہوتی اور میں زوہا ہوں، خوابوں کی تعبیر حاصل کرنا جانتی ہوں۔ تم بس دیکھتی جاؤ۔" وہ کچھ سوچ کر مسکرائی پھر نظر اس کے ستے ہوئے چہرے پر پڑی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"وہ..... کچھ دنوں سے کالج سے واپسی پر ایک لڑکا میرے پیچھے ـــ آتا تھا۔ میں خاموشی سے نکل آتی تھی مگر آج اس نے مجھے روک کر بات کرنے کی کوشش کی۔ بہت عجیب باتیں کر رہا تھا زوہا باجی۔" اسے بتاتی وہ رو ہانسی ہوئی۔

"اس کی اتنی جرأت کہ وہ تمہیں تنگ کر رہا تھا۔" زوہا کو سن کر شدید غصہ آیا۔

"اور تم ڈر کر بھاگ آئیں۔"

"تو کیا کرتی۔" اریبا نے لب کاٹے۔

"لگاتیں ایک دو تھپڑ وہیں اس کے ہوش ٹھکانے آجاتے۔" زوہا نے اسے جھاڑا۔ اس کا دل چاہا خود اس کی درگت بنا آئے۔

"کیسی نصیحتیں کر رہی ہو چھوٹی بہن کو۔" عالیہ بیگم کمرے سے نمودار ہوئیں، خفگیں نظریں زوہا پر تھیں۔ لمحے بھر کے لیے وہ گڑبڑائی پھر اپنی ازلی خود اعتمادی سے بولی۔

"لڑکیوں کو اپنی حفاظت کرنا آنا چاہیے۔"

"حفاظت کے اور بہت سے طریقے ہوتے ہیں۔ مرد کے منہ پر مارے ہوئے تھپڑ کا خمیازہ بھی عورت کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ اسے اپنی جیسی منہ زوری نہ سکھاؤ۔" پھر رخ اریبا کی جانب کیا۔

"کل سے میں خود تمہارے ساتھ کالج جایا کروں گی۔"

اس نے سر ہلایا اور ان کے جاتے ہی زوہا کو دیکھا۔

"چائے لائی ہوں آپ کے لیے۔ ٹیوشن والے بچے بھی آنے والے ہوں گے۔"

"ہاں لے آؤ۔ اب اتنی کلاس کے بعد چائے ہی چلے گی۔" وہ ایک بار پھر خم دراز ہو گئی۔

"امی بھی نا۔ میں تو جیسے روز جھگڑ کر آتی ہوں۔" کچن تک جاتی اریبا نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی تو مسکرا دی۔ جانتی تھی کہ جذباتیت میں وہ کچھ زیادہ بول جاتی تھی مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ کسی کو خود سے بدتمیزی کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔

☆☆☆

اپنے دفتر میں بیٹھی اس لڑکی کا اس نے بغور جائزہ لیا۔ اسٹائلش سے جوڑے میں ملبوس وہ لڑکی خاصے پراعتماد انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہمدانی گروپ آف کمپنی کے آفس میں بیٹھ کر آپ یہ دعوا کر رہی ہیں کہ آپ عذیر ہمدانی کی بیٹی ہیں۔ امیزنگ۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے طنز کیا۔

"یہی سچ ہے کہ عذیر ہمدانی نے ایک اور شادی

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

بھی کر رکھی تھی اور میں ان کی بیٹی ہوں۔" وہ خود اعتمادی سے بولی۔

"ایسے بہت سے فراڈ ہوتے دیکھے ہیں میں نے۔ آپ میرا اور اپنا وقت ضائع نہ کریں۔"

"کیا آپ سچ جاننے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"آپ یہاں سے جا سکتی ہیں۔" سختی سے بولتے ہوئے اس نے نگاہیں لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب موڑ لیں۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ اس کی میز تک آئی، دونوں ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکی۔

"پھر آپ سے کورٹ میں ملاقات ہوگی مسٹر آیان عذیر کیونکہ اس جائیداد میں آپ اکیلے حصے دار نہیں ہیں۔"

"شوق سے کورٹ میں جائیے مگر افسوس آپ کی ملاقات محض میرے وکیل سے ہوگی۔ شوق سے اپنا پیسہ اور وقت برباد کیجیے اور اب اس دفتر کا رخ مت کیجیے گا کیونکہ آئندہ آپ کو یہاں کوئی گھسنے نہیں دے گا۔"

اس پر نگاہ ڈالے بغیر اپنی بات کہتا وہ اس کے جانے کا منتظر تھا۔ وہ جانے کے لیے مڑ گئی، اس کی ہیل کی ٹک ٹک پر آیان عذیر کے ماتھے پر شکن ابھری۔ پھر سر جھٹکتا وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

☆☆☆

یونیورسٹی کے لان میں بیٹھی وہ نوٹس بنا رہی تھیں۔

"کیا ہے بھئی، میں بور ہو رہی ہوں۔ صبح سے بیٹھے ہم یہی کچھ کر رہے ہیں۔" انعم نے سر اٹھا کر اکتاہٹ کا اظہار کیا۔

"اگلے مہینے مڈٹرم ہیں۔ ابھی نوٹس بنا لیں گے تو آسانی رہے گی۔ مس نورین کا پتا ہے نا، بہت مشکل پیپر بنائیں گی۔"

"کل تو مڈٹرم نہیں ہے نا، بس کرو وہ پلیز۔" انعم نے گویا منت کی۔

بات کرتے کرتے اسے یک دم کچھ یاد آیا تو اس نے اپنے ہینڈ بیگ سے کاغذ نکال کر زوہا کی جانب بڑھایا۔

"یہ نمبر ہے جعفری صاحب کا، بات کر لینا۔"

"تھینک یو یار۔" زوہا کاغذ تھامتی خوش ہوئی۔

"چلو، بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھاتے ہیں۔" انعم کے شور مچانے پر وہ اٹھ گئیں۔

ان کی دوستی کو چار سال ہونے والے تھے۔ تینوں مختلف پس منظر سے تعلق رکھتی تھیں مگر اس وجہ سے ان کی دوستی کبھی متاثر نہیں ہوئی تھی۔ عنایہ کے والد بزنس مین تھے جبکہ انعم کے والد معمولی سرکاری ملازم تھے اور زوہا کی صرف والدہ تھیں جنہوں نے اسے پالا تھا۔ یہ شہر کی مہنگی یونیورسٹی تھی، جس میں اسکالرشپ پر انعم اور زوہا کو داخلہ ملا تھا۔

☆☆☆

وہ خاصی عجلت میں ریسٹوران میں داخل ہوئی تھی۔ گہرے سبز رنگ کی فراک میں ملبوس جس پر سبز رنگ کے دو شیڈز والے دھاگوں سے کڑھائی کی گئی تھی۔ ساتھ میں آف وائٹ اسٹریٹ ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ کندھے پر آف وائٹ دوپٹہ جس کے کناروں پر گہرے سبز رنگ کی پٹی لگی تھی۔ بالوں کو خوب صورتی سے سیٹ کر کے آدھا کیچر میں باندھ رکھا تھا۔ چہرے پر نرمی بھرا معصوم سا تاثر تھا جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا۔

"مما! پہلے ہم لنچ کریں گے۔ جی زوبی آرہی ہے۔ اوکے مما۔" موبائل کان سے لگائے وہ دوسری جانب موجود شخصیت سے بات کر رہی تھی۔ فون بند کر کے بیگ میں رکھتے ہی اس نے سر اٹھایا تو سامنے سے آتے شخص کو دیکھ کر وہ اگلا قدم اٹھانا بھول گئی۔ کتنے دنوں بعد وہ اسے نظر آیا تھا، بے اختیار ہی وہ اسے پکار بیٹھی۔

"آیان۔" وہ قریب آتا متوجہ ہوا۔

"پریا کیسی ہیں؟"

"فائن، آپ کیسے ہیں؟"

"آئی ایم گڈ۔ بس میٹنگ اٹینڈ کر کے جا رہا ہوں۔ آپ غالباً لنچ کرنے آئی ہیں۔" گھڑی میں

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا

پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی

تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے

ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر

ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر

پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

وقت دیکھتے اس نے اندازہ لگایا۔

"فرینڈ کے ساتھ پینٹنگ ایگزیبیشن میں جانے کا پلان تھا تو سوچا پہلے لنچ کرلیں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ لنچ کریں۔" پریسانے آفر کی۔

"میں تو لنچ کرچکا ہوں۔ آپ انجوائے کریں۔ مجھے آفس پہنچنا ہے۔"

"آنٹی کیسی ہیں؟" اس نے اسے روکنے کی غرض سے بات بڑھائی۔

"وہ ٹھیک ہیں۔ آپ چکر لگائیے گا۔" نگہت میں بات ختم کرتا وہ آگے بڑھ گیا اور وہ کچھ پل کے لیے وہیں کھڑی اس کی موجودگی کو محسوس کرتی رہی۔

"کب تک یہاں کھڑے رہنے کا ارادہ ہے۔" زوہا نے پیچھے سے آکر اس کا بازو ہلایا۔

"تم کب آئیں؟" وہ چونکی۔

"جب تم آیان عذیر کے ساتھ معروف گفتگو تھیں۔" زوہا کے ذومعنی انداز پر پریسا نے نگاہیں چرائیں۔

"چلو لنچ کرتے ہیں، پہلے ہی کافی دیر ہوچکی ہے۔" تیزی سے قدم بڑھاتی وہ ہال کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆

آج اس کی دو کلاسز آف تھیں تو وہ یونیورسٹی سے سیدھی جعفری صاحب سے ملنے کی غرض سے کچہری آگئی تھی۔ رات میں اس نے ان سے ملاقات کا وقت طے کرلیا تھا مگر یہاں پہنچتے ہی اسے لوگوں سے معلوم ہوا کہ اچانک ہی وکیلوں نے ہڑتال کا اعلان کردیا ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی کام نہیں ہوپائے گا۔ ایک تو شدید گرمی اوپر سے یہ غیر متوقع صورت حال اسے سخت غصہ آیا تھا۔ باقی لوگ بھی ستے ہوئے چہرے لیے کھڑے تھے جن میں ایک اماں جی تھیں جو اس کے ساتھ تھیں، تین بسیں بدل کر وہ بڑی مشکلوں سے یہاں تک پہنچی تھیں۔

"آپ ٹھہریں، میں بات کرتی ہوں۔" ان سے کہتی وہ اس بندے کے پاس آئی جو انہیں اطلاع دیتا اب جانے کا کہہ رہا تھا۔

"کل تک تو ہڑتال کی کوئی خبر نہیں تھی، یہ اچانک سے سب کام بند کردینے کا کیا مطلب ہے۔"

"بی بی! ہم کیا کرسکتے ہیں۔ ہمیں تو جو حکم ملے گا وہی کریں گے۔" وہ پہلے ہی سب کے سوالوں سے اکتایا ہوا تھا۔

"ہاں تو کدھر ہیں آپ کی انتظامیہ کے لوگ، مجھے بات کرنی ہے۔" اسی وقت اندر سے آتے شخص پر اس کی نگاہ پڑی جو تک سک سے تیار اپنے حلیے سے کوئی وکیل ہی لگ رہا تھا، اس نے آگے بڑھ کر اسے مخاطب کیا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ متوجہ ہوا تو زوہا نے بولنا شروع کیا۔

"سر! یہ ہڑتال کا کیا سلسلہ ہے۔ کل تک تو ایسا کچھ نہیں تھا اور پھر ہم سب وقت لے کر آئے ہیں۔ ہمیں ہماری مجبوری لے کر آئی ہے ورنہ اس طرح اپنا کام چھوڑ کر کون آتا ہے۔"

احرار نے بغور اس پر اعتماد لڑکی کو دیکھا، عام سی سفید چادر میں اپنے آپ کو ڈھانپے وہ سانولے رنگ کی لڑکی جس کی بڑی بڑی آنکھیں خاصی سحر انگیز تھیں۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتی سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟" احرار نے بے ساختہ پوچھا۔

"جعفری صاحب سے۔ مگر اس ہنگامی ہڑتال کی وجہ سے کسی کو بھی وکیل سے ملنے نہیں دیا جارہا۔"

"ہوں جعفری صاحب بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو ان سے ملوا سکتا ہوں۔ مجھے وہ انکار نہیں کریں گے۔" اس کی بات پر زوہا نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اور باقی سب، میرا مطلب ہے یہ ہڑتال....." اس نے بات کاٹی۔

"اوہو۔ اپنی بات کیجیے۔ یہ فیور میں آپ کو دے رہا ہوں۔"

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"اور یہ فیور آپ مجھے کیوں دیں گے۔" وہ الجھی۔

"خوب صورت لڑکیوں کے لیے گنجائش تو نکالنی پڑتی ہے۔" اس کے لب مسکرائے اور زوہا کا گویا خون ہی ابل پڑا۔

"ایک منٹ۔ آپ نے سمجھ کیا رکھا ہے ہم لوگوں کو۔ یہاں آئی لڑکیاں مجبور ہیں تو آپ ان کو کچھ بھی کہتے پھریں گے۔ آپ ہوتے کون ہیں مجھے فیور دینے والے۔" زوہا کی تیز آواز پر سب ہی متوجہ ہوئے تھے۔

"میں....." احرار نے بولنے کی کوشش کی مگر سامنے زوہا تھی۔

"اس کچہری میں کھڑے ہوکر آپ نے سمجھ لیا ہے کہ آپ کو لوگوں کی عزت اچھالنے کا پرمٹ مل گیا ہے کیونکہ یہاں آئے لوگ تو مجبور ہیں نا؟" اس کا طنزیہ انداز، آنکھوں میں ٹھہرپن۔ لمحے بھر کے لیے وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"کیا ہوا احرار؟ کوئی مسئلہ ہے؟" یک دم ایک شخص اندر سے برآمد ہوا۔

زوہا اس کی جانب گھومی۔

"ان سے کیا پوچھ رہے ہیں، میں بتاتی ہوں آپ کو آپ کے یہ وکیل یہاں کھڑے ہوکر فلرٹ کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اپنے ان ینگ وکیلوں کو اگر تھوڑی سی اخلاقیات سکھادیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔"

اس پر ایک سخت نگاہ ڈالتی وہ تیز قدموں سے مڑ گئی جبکہ احرار کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☆☆☆

وہ شام میں اکثر پارک میں چہل قدمی کی غرض سے آجایا کرتا تھا۔ یہ پارک اس کے گھر کے قریب تھا سو ڈیوٹی کے بعد وہ یہاں وقت گزارنا پسند کرتا تھا۔ کچھ بچے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ وہ ان کو دیکھتا اسی حصے کی جانب آگیا۔ ان کے دائیں جانب بنچ تھا جس پر ایک لڑکی اپنے آپ میں مگن بیٹھی بظاہر سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔ بچوں کو دیکھتا وہ آگے بڑھ جانا چاہتا تھا کہ یک دم فٹ بال تیزی سے اس جانب آئی جس کو اس نے پھرتی سے کیچ کرلیا ورنہ وہ یقیناً اس بنچ پر بیٹھی لڑکی کے سر پر زور سے لگتی۔

"آپ کو دیکھ کر بیٹھنا چاہیے۔ اس رخ پر بچے فٹ بال کھیل رہے ہیں۔ ابھی یہ بال آپ کو لگ جاتی۔" لڑکی کے قریب جاکر اس نے کھنکھار کر کہا تو وہ جیسے اپنے خیالات سے چونکی۔

"میں دیکھ نہیں سکتی۔" وہ جو بچوں کو تک رہا تھا اس کے عام سے انداز میں بولے جملے پر بے اختیار اس کی جانب گھوما۔ دودھیا رنگت، اس پر خوب صورت نقوش، ہونٹ کے ذرا اوپر چھوٹا سا تل، چہرے پر معصوم سا تاثر، اسٹائلش شرٹ ٹراؤزر پہنے، بالوں کی چٹیا دائیں کندھے پر ڈالے، بائیں پر دوپٹہ رکھے وہ اپنے حلیے سے کسی طرح بھی کسی کی کا شکار نہیں لگ رہی تھی۔ اس نے غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھا جو روشنی سے محروم تھیں۔

"انکل بال دے دیں۔" بچے کے کہنے پر وہ چونکا اور ہاتھ میں پکڑی گیند اس کی جانب اچھال دی۔ ساتھ ہی اس سے دوسرے رخ پر کھیلنے کی گزارش بھی کرڈالی جس پر وہ سر ہلاتا چلا گیا۔

"آپ اگر مائنڈ نہ کریں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں۔" اس نے اجازت لینی چاہی۔

"آپ کی مرضی ہے۔"

"شکریہ۔" وہ نرمی سے کہتا بنچ کے دوسرے سرے پر ٹک گیا۔

"آپ بھی شاید میری طرح یہاں فریش ہونے آتی ہیں۔"

"میں یہاں سانس لینے آتی ہوں، سکون کے کچھ پل گزارنے۔ اپنے اندر کے شور کو دبتا محسوس کرتی ہوں یہاں بیٹھ کر۔" وہ خود کلامی کے سے انداز میں بولی تھی پھر جیسے اس کی موجودگی کا احساس ہونے پر خاموش ہوگئی۔

"آج تو موسم بھی خاصا خوش گوار ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے میں انداز میں کہا۔ اس بار وہ خاموش

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET
HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

رہی۔

"آپ یہاں اکیلی آتی ہیں یا۔۔۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں میں اندھی ہوں تو اکیلی نہیں آسکتی۔" اس نے ناگواری سے بات کاٹی تو اسے شرمندگی نے آن گھیرا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ ایسے کیوں سوچ۔۔۔"

"اب آپ مجھ سے ہمدردی کے چند جملے بولیں گے تو میں آپ کو بتادوں کہ مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے۔" کہتے کہتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ تو برا مان گئیں، میرا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا۔ میں۔۔۔" وہ اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھ گئی تھی اور اس کے کچھ آگے جاتے ہی ایک لڑکی اچانک ہی کہیں سے نمودار ہوئی اور مستعدی سے اس کی جانب بڑھی۔ ان کو جاتے دیکھ کر وہ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

☆☆☆

"ہوں تو اتر گیا جیٹ لیگ۔" سرفراز صاحب نے اخبار سمیٹتے ایک مسکراتی نظر اپنے جوان بیٹے پر ڈالی جو رات کی فلائٹ سے انگلینڈ سے واپس آیا تھا اور آٹھ گھنٹے کی بھرپور نیند کے بعد اب فریش سا کھانے کی میز تک آرہا تھا۔

"بالکل، یہی سوچ کر اٹھ گیا کہ سنڈے ہے تو آپ بھی دوپہر کے کھانے پر موجود ہوں گے۔" مسکرا کر باپ کو دیکھا پھر کچن سے آتی خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی تو ماں کو مخاطب کیا۔

"ماما کیا بنایا ہے۔ زبردست خوشبو آرہی ہے۔"

"تمہارے پسندیدہ کوفتے بنائے ہیں۔" آخری روٹی ہاٹ پاٹ میں رکھتی صوفیا بیگم جواباً بولیں، چہرے پر خوشی رقصاں تھی۔

"واؤ۔" اس کے منہ میں پانی آگیا۔ "آپ کے ان کوفتوں کو بہت یاد کیا وہاں۔"

"سن رہی ہو بیگم! کوفتوں تک کو یاد کیا ہمارے بیٹے نے۔" سرفراز صاحب نے شرارتی انداز میں کہا تو حمزہ نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"بھئی تمہاری ماما سے شرط لگی تھی میری۔"

"کیسی شرط؟" اس نے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے پوچھا۔

"ان کا کہنا تھا کہ تم واپس نہیں آؤ گے۔ وہیں جاب کرکے سیٹل ہو جاؤ گے جبکہ مجھے اپنے بیٹے پر پورا بھروسا تھا۔" انہوں نے حمزہ سے کہا۔

"افوہ! تمہارے بابا تو خوامخواہ کہانی بنادیتے ہیں۔ میں نے محض اپنے خدشے کا اظہار کیا تھا اور یہ خود ہی شرطیں باندھ بیٹھے۔" سالن کا ڈونگا اور ہاٹ پاٹ لاتی صوفیا بیگم جھنجھلائیں۔

حمزہ نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"اور آپ نے ایسے خدشے کا اظہار کیوں کیا ماما! میں آپ کا حمزہ ہوں۔ آپ دونوں کے بغیر کیسے رہ سکتا ہوں۔" اعتماد سے بولتے حمزہ پر انہیں ٹوٹ کر پیار آیا۔ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا جو دل میں ہوتا اس کا برملا اظہار کردیتا۔

"اب تم آگئے ہو تو فوراً شادی کردوں گی تمہاری۔ بہت انتظار کرلیا۔" کھانا شروع کرتے ہی انہوں نے کہا۔

"یہ شادی کہاں سے آگئی بیچ میں۔" لقمہ منہ میں رکھتے وہ بولا۔

"بس اب میں کچھ نہیں سنوں گی۔ پہلے بھی تم ٹالتے رہے ہو مجھے، اب میں ٹلنے والی نہیں ہوں۔"

"ہم تو پہلے بھی مانتے ہیں، آپ ہرگز ٹلنے والوں میں سے نہیں ہیں۔" سرفراز صاحب نے ٹانگ اڑائی۔ انداز شوخ تھا جس پر حمزہ مسکرایا جبکہ صوفیا بیگم نے انہیں گھورا۔

"میں تو لڑکی بھی پسند کرچکی ہوں۔"

"ہیں، اب یہ لڑکی کہاں سے ٹپک پڑی۔ ماما تھوڑی بریک لگائیں، ابھی تو میری جاب بھی شروع نہیں ہوئی۔" حمزہ نے صوفیا بیگم کی سنجیدگی جانچتے ہوئے کہا۔

"جاب بھی ہو جائے گی۔ بہرحال تم لڑکی سے

ملو گے تو تمہیں بھی پسند آئے گی۔"

"کون ہیں محترمہ؟"

"میری بہت پرانی دوست کی بیٹی ہے۔ بہت اچھی ہے۔"

"اوکے، ملنا ہی پڑے گا پھر تو۔" اس نے گویا ہامی بھری تو صوفیا بیگم مطمئن ہی کھانا کھانے لگیں۔

☆☆☆

"تم احرار فاروقی سے لڑ کر آگئی ہو۔ تمہیں پتا ہے وہ کون ہے؟" عنایہ کی پریشان آواز پر اس نے اطمینان سے اسے دیکھا۔

"وہ بار کونسل کے صدر کا بھانجا ہے۔ تمہیں اس سے بگاڑنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"وہ مجھ سے بدتمیزی کررہا تھا اور اس کی بے عزتی کرنے پر مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ پر تم اسے کیسے جانتی ہو۔" زوہا نے خیال آنے پر پوچھا۔

"ڈیڈ کے دوست کا بھانجا ہے۔ تمہیں آئندہ اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں ہے اور جعفری انکل سے بھی ذکر مت کرنا اس قصے کا ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔ کوئی بھی ان باپ بیٹے سے بگاڑنا پسند نہیں کرتا۔" عنایہ نے اسے مطلع کیا تو اس نے سر ہلادیا۔ اسے بھی خوامخواہ کسی سے الجھنے کا شوق نہیں تھا، یوں بھی حساب تو وہ لے ہی چکی تھی اس کی بدتمیزی کا۔

وہ اس وقت کسی کام سے ایڈمن بلاک آئی ہوئی تھیں اور اب ایک دفتر کے باہر کھڑی اتم کا انتظار کررہی تھیں۔

"عنایہ۔" یک دم کسی کے پکارنے پر وہ چونکیں۔ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر جہاں عنایہ کھلی وہیں زوہا نے تیکھے تیوروں سے اسے دیکھا۔ اس کی شکل دیکھتے ہی ایک ناگواری کی لہر اندر اٹھی تھی، جسے اس نے دبانے کی کوشش کرتے اپنی توجہ ہاتھ میں پکڑی فائل کی جانب مبذول کرلی۔

"گڈ ٹو سی یو عنایہ (تمہیں دیکھ کر اچھا لگا عنایہ)۔" عنایہ سے کہتے ہوئے اس نے بے نیاز کھڑی زوہا کو دیکھا۔

بیوٹی بکس کا تیار کردہ
سوہنی ہیئر آئل
SOHNI HAIR OIL

• گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
• نئے بال اگاتا ہے۔
• بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
• مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
• ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔
قیمت -/150 روپے
سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/150 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔
2 بوتلوں کے لئے .... -/350 روپے
3 بوتلوں کے لئے .... -/500 روپے
6 بوتلوں کے لئے .... -/1000 روپے
نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔
منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"آپ یہاں؟" حنایہ حیرانی سے بولی۔ آخر یہ اچانک کہاں سے ٹپک پڑا تھا۔

"کسی کام سے آیا تھا۔ اپنی دوست سے نہیں ملوائیں گی۔" وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو حنایہ سٹپٹائی مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"یہ زوہا ہیں اور زوہا! یہ احرار فاروقی ہیں۔ وکیل ہیں۔"

"نائس ٹو میٹ یو زوہا۔" اس کے ڈھٹائی سے مخاطب کرنے پر اسے خاصی تپ چڑھی۔

"افسوس میں یہ جملہ بھی نہیں بول سکتی۔" اس کے سپاٹ انداز پر حنایہ نے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا جب کہ احرار کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"ہوں' مانتا ہوں ہماری پچھلی ملاقات ناخوش گوار انداز میں ہوئی پر ٹرسٹ می اتنا برا انسان نہیں ہوں جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔ چلتا ہوں مجھے امید ہے اگلی بار آپ تھوڑا سا مارجن دیں گی۔" مسلسل بجتے فون کو جیب سے نکالا اور ان پر الوداعی نگاہ ڈالتا وہ آگے بڑھ گیا تو حنایہ نے اسے ڈپٹا۔

"کیا ضرورت تھی اس سے روڈ ہونے کی، بس اگنور کرو اسے۔ مجھے بھی وہ پسند نہیں ہے پر جان پہچان کے لحاظ میں ہلکی پھلکی بات کر لیتی ہوں۔"

"سوری۔ میں ایسا دوغلا پن نہیں دکھا سکتی، جو مجھے نہیں پسند سو نہیں پسند۔ میری مرضی۔" زوہا کے اٹل انداز پر حنایہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔ اسے سمجھانا کون سا آسان کام تھا۔

☆☆☆

تقریب شروع ہو چکی تھی۔ وہ ایک طویل عرصے کے بعد کسی تقریب میں شریک ہوئی تھی اور اس کی وجہ مما کے سوشل سرکل کی وہ خواتین تھیں جنہیں اسے دیکھتے ہی اس کی شادی کی فکر ستانے لگتی اور کچھ ایسی خواتین جو اپنے بیٹوں کے لیے رشتہ دے چکی تھیں مگر اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی گئی تھی اور مما اس کے ہر بار کے انکار پر ناراض ہوتی تھیں۔ اسی لیے اس نے تقریبات میں جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اب بھی وہ محض زوبی کے اصرار پر آئی تھی کیونکہ یہ تقریب اسی کے گھر پر تھی۔

سرسری نگاہوں سے سامنے دیکھتی وہ یک دم ساکت ہوئی۔ سامنے سے آتا وہ آیان عذیر ہی تھا۔ اس کی آنکھیں جگنوؤں کی مانند چمکنے لگیں۔ اس کا رخ بھی اسی جانب تھا مگر وہ اسے دیکھے بنا دائیں جانب مڑ گیا تو اس کی آنکھوں کی روشنی بجھ سی گئی۔ یہ منظر دیکھتی زوبی اس کے قریب آ رکی جو اپنی آنکھ میں آئی نمی انگلی کے پوروں سے چن رہی تھی۔

"تم کیوں نہیں مان لیتیں پریا کہ یک طرفہ محبت اذیت کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ تم اسے کبھی بھی نظر نہیں آئیں۔" زوبی نے ہمدردی سے اپنی عزیز دوست کو دیکھا۔

"ضروری تو نہیں کہ کبھی بھی نظر نہ آؤں۔" وہ سنبھل کر مسکرائی تو زوبی کو تاؤ آیا۔

"وہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے اگر ہوتا تو وانیہ سے شادی نہ کرتا۔"

"وانیہ جا چکی ہے۔"

"تم تو پھر بھی نہیں ہو اس کی زندگی میں۔" اس کو لب کاٹتے دیکھ کر وہ نرم پڑی۔

"کس کا امتحان لے رہی ہو؟ اپنا یا انکل آنٹی کا۔"

"اپنی محبت پر مجھے یقین ہے، وہ میری طرف آئے گا۔" وہ اعتماد سے دور کھڑے آیان عذیر کو دیکھ کر بولی تو زوبی چپ رہ گئی۔ اس کے لہجے کا یقین قابل رشک تھا۔

"ہم وہاں ڈھونڈ رہے ہیں اور آپ دونوں یہاں الگ تھلگ کھڑی ہیں۔" خوش مزاجی سے بولتا فاخر قریب آیا تھا، ساتھ میں کوئی اور بھی تھا۔ زوبی نے اپنے کزن کو دیکھا جو اس کا منگیتر بھی تھا۔

"ہم بس کھانے کی طرف جا رہے تھے۔ کھانا شروع ہونے والا ہے۔" زوبی نے نارمل انداز میں مسکرا کر کہا۔

"پریا! ان سے ملیں، یہ طلال ہیں میرے بہت اچھے دوست۔ ان کو بھی پینٹنگز کا خاصا شوق ہے۔" فاخر اس سے مخاطب ہوا۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"تو آپ ہیں پریا! بہت ذکر سنا ہے آپ کا آپ کی دوست سے۔" طلال کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ بہت گہری تھی۔ پریا نے چونک کر زوبی کو دیکھا جو نگاہ چرا گئی تھی۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ تیز قدموں سے ان کے بیچ سے نکلتی چلی گئی تھی۔

لب کاٹتی وہ آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ یک دم سے وہ رکی تھی، سامنے ہی وہ کھڑا کسی کی بات پر ہولے سے مسکرا رہا تھا۔ اس کے سنجیدہ چہرے پر مسکراہٹ کیسی بھلی لگ رہی تھی۔ وہ کتنی دیر وہاں ساکت کھڑی رہی مگر اس کی آنکھوں کی تپش بھی اسے محسوس نہ ہو پائی تھی۔ آخر کیوں تھا وہ ایسا؟ دل میں شکوہ دبائے وہ سست قدموں سے آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

"آپ کے لیے میرے پاس ایک خبر ہے۔" زوہا نے چائے لاتی اریبا کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔ آج وہ یونیورسٹی سے واپسی پر اپنے اور اس کے لیے برگر لائی تھی اور مزے سے دعوت اڑانے کے بعد اب اریبا چائے لے آئی تھی۔ مہینے کے شروع میں وہ ایک آدھ بار یہ عیاشی کر لیا کرتی تھیں اور ان دنوں تو ٹیوشنز بھی بڑھ گئی تھیں۔

"اب بتا بھی دو، کیا خبر ہے۔" اس کے پرتجسس انداز پر زوہا کو کہنا پڑا۔

"آپ کے لیے رشتہ آیا ہے۔" اریبا نے بم پھوڑا۔ زوہا کا چائے کی پیالی کی جانب بڑھتا ہاتھ رک گیا۔

"اور یہ جرأت کس نے کی ہے؟"

"خالہ امی کی دوست صوفیا آنٹی نے۔" اریبا نے مزے سے اطلاع دی۔ صبح سے وہ یہ خبر دبائے بیٹھی تھی۔

"مجھے تو سوچ کر ہی مزا آ گیا زوہا باجی! کتنا مزا آئے گا آپ کی شادی ہوگی۔" اریبا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کوئی شادی وادی نہیں ہوگی۔" زوہا کو اس کی خوشی قطعاً نہ بھائی۔

"اور یہ صوفیا آنٹی کو کیا سوجھی، ان کا بیٹا تو انگلینڈ میں ہوتا ہے نا بس وہیں کسی گوری شوری سے کر لی ہوگی اور آنٹی خوامخواہ ہی اس کی فکر میں دبلی ہوئی جا رہی ہیں۔" زوہا کو یاد آیا تو اس نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"جی نہیں، ان کا بیٹا واپس آ چکا ہے۔ چھ سال پہلے وہ پڑھنے کے لیے اپنے ماموں کے پاس انگلینڈ گئے تھے۔" اریبا نے معلومات فراہم کیں پھر یک دم پرجوش ہوئی۔

"ہائے زوہا باجی! امی نے تو ابھی سے کپڑے سوچنا شروع کر دیے ہیں۔ مہندی، بارات......"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی زوہا اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے عالیہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ دروازہ کھولتے ہی وہ جائے نماز لپیٹتی اسے نظر آئیں تو وہ ان کے قریب رکی۔

"امی مجھے شادی نہیں کرنی۔ آپ صوفیا آنٹی کو انکار کر دیں۔"

عالیہ بیگم نے بغور اس کے تپتے چہرے کو دیکھا۔

"کیوں نہیں کرنی۔"

"آپ جانتی ہیں اس کا جواب۔" زوہا نے انہیں جن نظروں سے دیکھا وہ نگاہ چرا گئیں۔

"بس کرو زوہا! کب تک لکیر پیٹتی رہو گی۔ ہر ایک کے راستے، تجربات سب سے بڑھ کر نصیب الگ ہوتا ہے۔" انہوں نے نرمی سے سمجھانا چاہا مگر سامنے زوہا تھی جو سوچ لیتی اس سے پیچھے نہ ہٹتی۔

"امی پلیز آپ کو کیا ملا شادی کر کے سوائے ان دکھوں اور پریشانیوں کے، اس ذلت کے جو آپ نے سہی۔" زوہا کی بات پر انہوں نے طویل سانس لیا۔ کاش کہ ان کی مرحومہ بہن زوہا کو ان کی زندگی کا سچ نہ بتاتی۔

"میری زندگی میں تم ہو زوہا! یہی کافی ہے۔" ان کے ہلکے پھلکے انداز پر وہ مزید مشتعل ہوئی۔

"اور میری زندگی امی، باپ کے ہوتے ہوئے یتیموں کی طرح زندگی گزار دی ہے میں نے۔ کوئی ایسی اولاد بھی ہوگی جسے باپ کے مرنے کی خبر اخبار میں

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

پڑھنے کو ملے اور تب اسے بتایا جائے کہ یہ تمہارا باپ ہے جو تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہیں چھوڑ چکا تھا۔"

"بس کرو زوہا۔" وہ ہمیشہ ہی اس قصے سے پہلو تہی کر جاتیں۔

"آپ کو پتا ہے ان کا بیٹا کس شان سے اپنے باپ کی کرسی پر بیٹھتا ہے اور میں زوہا حیدر امیر کبیر باپ کی بیٹی، برسوں میں روز دھکے کھاتی ہوں۔ ان کے بیوی بچے میرے حق پر قابض ہیں۔" شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بولی۔

"آپ صوفیا آنٹی کو انکار کر دیں۔ مجھے کسی سے شادی نہیں کرنی۔"

☆☆☆

اسے اپنی مخصوص سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر وہ تیز قدموں سے اس کی جانب بڑھا تھا۔

"اچھا تو یہاں بیٹھی ہیں آپ، میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔" دوستانہ انداز میں بولتا وہ اس سے فاصلہ رکھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بے اختیار چونکی۔

"اس دن آپ خوامخواہ خفا ہو گئیں حالانکہ میرا مقصد ہرگز آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔"

"آپ ــــ میں بھلا آپ سے خفا کیوں ہوں گی۔ میں تو آپ کو جانتی تک نہیں ہوں۔" پچھتانے کے ساتھ وہ برا بھی مان گئی تھی۔ اس کے معصوم سے چہرے پر خفگی بھرے تاثرات دیکھ کر عماد کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"اس میں کیا مسئلہ ہے، میں اپنا تعارف کروا دیتا ہوں۔ میرا نام عماد ہے اور میں برسرروزگار ہوں۔ اب آپ اپنا تعارف کروائیے، آپ کا نام؟"

"آئزہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"آئزہ۔ ہوں، بہت پیارا نام ہے، کس نے رکھا؟"

"آپ پلیز یہاں سے جائیں، میں اکیلے بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اسے اس کی بے تکلفی پسند نہیں آئی تھی۔

"جی تو مس آئزہ! بات یہ ہے کہ اکیلے بیٹھنے سے انسان مزید فتوطی ہو جاتا ہے جو کہ آپ ہو چکی ہیں اور ایک بات میں آپ کو بتا دوں، دوستوں کو جتنا منع کریں وہ شدت سے وہی کام کرتے ہیں جیسے کہ میں آپ کے کہنے کے باوجود یہیں بیٹھا رہوں گا۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ وہ اس کی آواز کی سمت کا اندازہ کرتی اس کی جانب گھومی۔

"ہم دوست کب بنے؟"

"ہماری دوستی تو پچھلی ملاقات میں ہی ہو گئی تھی۔"

"ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔" وہ پھر سے سامنے کے رخ پر بیٹھ گئی۔ آواز دھیمی ہوئی۔

"میری کسی سے دوستی نہیں ہے، کوئی مجھ سے دوستی کرنا ہی نہیں چاہتا۔ لوگ مجھ سے محض ہمدردی کرتے ہیں۔" اس نے لب کاٹے۔

"چلیں، ایک بات تو ہم میں کامن ہے، میرے بھی زیادہ دوست نہیں ہیں۔"

"میرا کوئی دوست نہیں ہے۔" اس نے تصحیح کی۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ یہ نہیں کہہ سکتیں۔" وہ مسکراتی آواز میں بولا۔

"چلیں اپنے بارے میں بتائیں، آپ کیا کرتی ہیں۔"

"میں پڑھتی ہوں مگر میرا پڑھنے کا دل نہیں چاہتا۔ وہاں میرا دم گھٹتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے، میں کہیں نکل جاؤں۔ مجھے رنگ اچھے لگتے ہیں، میں رنگوں کو دیکھنا چاہتی ہوں، ان سے کھیلنا چاہتی ہوں۔" اس کے چہرے پر شوق و حسرت کے رنگ گویا ایک ساتھ امڈ آئے تھے، کاش وہ اپنے چہرے پر پھیلے رنگوں کو دیکھ سکتی۔

"بچپن میں، میں بہت پینٹنگز بناتی تھی۔ مجھے شروع سے رنگوں سے عشق تھا۔" بہت عرصے بعد وہ یوں کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کر رہی تھی۔

"پھر ــــ میرا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ میری بینائی چلی گئی۔ میرے بچپن کا خواب میرے بچپن کی طرح کہیں کھو گیا۔" اس کے چہرے پر اداسی کے کتنے ہی

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

رنگ بکھر گئے تھے۔ عماد خاموشی سے اسے تکتا اس کی باتیں سنتا رہا۔

☆☆☆

غصے سے مٹھیاں بھینچتی وہ چھوٹے سے باورچی خانے کے باہر ٹہل رہی تھی۔ اریبا نے تیسری مرتبہ کھڑکی سے جھانک کر اسے دیکھا تو اس بار وہ بولے بنا نہ رہ سکی۔

"کون سی مارچ میں حصہ لینے والی ہیں زوہا باجی! اس سے بہتر ہے آ کر میری تھوڑی مدد ہی کروا دیں۔ آخر آپ کے سسرال والے آ رہے ہیں۔" اپنے آخری الفاظ پر وہ خود ہی پچھتائی۔ یہ تو جلتی پر تیل ڈالنے والی بات ہوئی اور زوہا کو تو گویا آگ ہی لگ گئی، وہ تیزی سے باورچی خانے کے دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ خونخوار نظروں سے اریبا کو گھورا جواب سر نہیں اٹھا رہی تھی۔

"وہ میرے سسرال والے نہیں ہیں۔" الفاظ چبا چبا کر ادا کیے۔

"متوقع، اوپس۔" اریبا کی زبان پھر سے پھسلی تو لمحے بھر کے لیے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ خالہ امی کہہ رہی تھیں۔" جلدی سے بات سنبھالی۔

یہ عالیہ بیگم ہی تو تھیں جنہوں نے اسے خاموش کروا دیا تھا اور ان کی سخت ہدایت تھی کہ وہ مہمانوں کے سامنے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کرے۔ آج اتوار تھا اور صوفیا آنٹی اپنے انگلینڈ پلٹ بیٹے کے ساتھ ان کے گھر آ رہی تھیں۔

زوہا نے اندر آ کر حیرانی سے لوازمات کو دیکھے۔ رول، سموسے، کیک اور پکوڑوں کا آمیزہ جو اریبا تیزی سے بنا رہی تھی۔

"صوفیا آنٹی ہی آ رہی ہیں۔ اتنے اہتمام کی کیا ضرورت ہے وہ پہلے بھی تو آتی رہی ہیں۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"اس حیثیت سے تو کبھی نہیں آئیں اور حمزہ بھائی بھی تو آ رہے ہیں۔" اریبا کا مسکرانا اسے سخت ناگوار گزرا۔

"اور اس خرچے کے لیے پیسے کہاں سے آئے۔"

"خالہ امی کو کمیٹی کے پیسے ملے ہیں اور کل تو سلائی کے پیسے بھی ملے ہیں۔ اس لیے ابھی وہ خاصی امیر ہو چکی ہیں۔"

"ان ذرا سے پیسوں سے کوئی امیر نہیں ہوتا۔" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"ہم دونوں سے تو امیر ہی ہوئیں نا۔" اریبا کھل کر مسکرائی۔ وہ اپنے حال میں خوش تھی، زوہا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

کچھ دیر میں صوفیا آنٹی پہنچ گئیں۔ اریبا نے پھرتی سے پکوڑے تلے، ایک نظر کچھ سوچتی ہوئی زوہا پر ڈالی۔

"کپڑے بدل لیے ہیں تو چہرہ بھی سجا لیں۔"

وہ چونکی پھر اسے گھورا۔ "بے کار باتیں نہ کرو، بلکہ میرا ایک کام کرو۔" اسی وقت اطلاعی گھنٹی بجی۔

"حمزہ بھائی ہوں گے۔" اریبا نے جلدی سے دوپٹا درست کیا۔ زوہا اسے روک کر کان میں سرگوشی کرنے لگی پھر نہ کرتی اریبا کو باہر کی جانب دھکیلا۔

☆☆☆

بابا کے بتائے پتے پر وہ با آسانی پہنچ گیا تھا۔ اطلاعی گھنٹی بجاتے ہوئے وہ اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ یہ چھوٹا سا محلہ کافی صاف ستھرا تھا۔

"کون ہے؟" اندر سے آتی آواز پر وہ متوجہ ہوا۔

"جی میں حمزہ سرفراز۔"

"آں ہم کسی حمزہ کو نہیں جانتے۔" جھٹ سے جواب آیا، حمزہ نے ایک نظر گلی پر ڈالی، پتا تو یہی تھا۔

"یہاں کون رہتا ہے؟"

"یہاں کوئی زوہا باجی نہیں رہتیں۔" بے ساختگی میں اریبا کے منہ سے پھسلا۔ اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا، باہر کھڑا حمزہ پہلے ٹھٹکا پھر اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"لیکن میں نے تو آپ کی زوہا باجی کے بارے میں نہیں پوچھا۔"

"مارے گئے۔ ایک تو یہ زوہا باجی کے الٹے سیدھے کام۔"

"میں ماما کو کال کرتا ہوں، وہی صحیح بتا پائیں گی۔" اس کی خاموشی پر اس نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو اریبا نے جھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

"ارے حمزہ بھائی میں، میں تو مذاق کر رہی تھی۔ آپ بالکل ٹھیک جگہ پر پہنچے ہیں۔" مسکراہٹ چہرے پر پھیلاتے ہوئے اس نے خود کو کوسا جو زوہا کے کہنے پر اسے یہاں سے ٹالنے کے ارادے سے آئی تھی۔

"آپ یقیناً اریبا ہیں۔" اس نے سر ہلایا، پھر اسے اندر کا راستہ دکھاتے ہوئے وہ جلدی سے کچن میں گھسی۔

"بس زوہا باجی مجھے کچھ مت کہیے گا۔ آج تو آپ نے مروادیا تھا۔ خالہ امی کتنی خفا ہوتیں ایسی حرکت کرنے پر۔" اریبا روہانسی آواز میں بولی۔

"تم سے پہلے بھی کچھ ہوا ہے جواب ہوگا۔" زوہا نے اسے گھورا۔ وہ حمزہ کو اندر کی جانب جاتے دیکھ چکی تھی۔

"اس سے تو میں خود نمٹوں گی۔" چائے کی پیالیاں ٹرے میں رکھتی وہ بولی تو اریبا کان لپیٹے دوسری ٹرے سیٹ کرنے لگی۔

عالیہ بیگم کی کسی بات کا مسکرا کر جواب دیتے ہوئے اس کی نظر غیر ارادی طور پر اندر آ کر سلام کرتی زوہا کی جانب اٹھی، وہ سلیقے سے دوپٹا اوڑھے ہوئی تھی۔ صوفیہ بیگم سے مل کر وہ اب میز کے قریب بیٹھ کر چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔ ایک پیالی اس نے غیر محسوس انداز میں پیچھے کی تو اس کی حرکت نوٹ کرتا حمزہ ٹھٹکا۔ نگاہ پھیرنے کے بجائے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا جس پر غیر معمولی سنجیدگی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں کہیں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ دونوں خواتین کے آگے چائے رکھ کر اس نے الگ کی گئی پیالی میں چائے ڈالی اور چینی ڈال کر ہلاتے بڑے اعتماد سے اٹھ کر اس کے آگے رکھی۔

"لیجیے۔" ساتھ میں اس کی جانب دیکھا، اس کی بڑی بڑی آنکھیں بہت خوب صورت تھیں اور خاصی پر کشش بھی مگر اس کے انداز خاصے خطرناک تھے۔

"شکریہ۔" اس کے واپس بیٹھتے ہی حمزہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

"آنٹی پہلے آپ لیں نا۔" اپنی چائے کی پیالی عالیہ بیگم کو پیش کی۔

"آپ لو نا بیٹا۔"

"جی، آپ لیں میں لیتا ہوں۔" اس نے ہاتھ پیچھے نہ کیا تو عالیہ بیگم کو پیالی تھامنی پڑی۔ ان کی پیالی اٹھا کر وہ اپنی جگہ واپس بیٹھا اور مسکرائی نظروں سے خود کو گھورتی زوہا کو دیکھا۔ زوہا نے جھینپ کر نگاہ پھیری۔ عالیہ بیگم پیالی منہ کے قریب لے کر جا رہی تھیں، وہ بوکھلا کر جلدی سے اٹھی۔

"امی! اس میں کچھ گر گیا ہے شاید میں دوسری چائے دیتی ہوں آپ کو۔" ساتھ ہی اریبا کو اشارہ کیا تو وہ بھاگ کر پیالی لے آئی۔

"آنٹی میں یہاں آ رہا تھا تو باہر کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ لوگ یہاں نہیں رہتے۔" بظاہر سنجیدگی سے بولتے وہ عالیہ بیگم سے مخاطب ہوا۔ سموسوں کی پلیٹ ان کے آگے رکھتی اریبا نے تھوک نگلا۔ زوہا نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"اچھا! ہم تو کافی عرصے سے یہاں رہ رہے ہیں۔" وہ حیران ہوئیں۔ حمزہ نے زوہا پر نگاہ ڈالی جس کے چہرے پر غصے کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔

"عالیہ! میرا خیال ہے بچوں کو بات کرنے کا موقع دیتے ہیں۔" صوفیا بیگم کے کہنے پر عالیہ بیگم نے سر ہلایا، یقیناً وہ دونوں پہلے سے طے کیے بیٹھی تھیں، دونوں کو اٹھتے دیکھ کر اریبا بھی اپنی جگہ سے اٹھی تو صوفیا بیگم نے اسے روکا۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"تم بھی بیٹھو بیٹا۔"

ان کے جاتے ہی زوہا اس کے بالکل سامنے بیٹھ گئی جو مختلف سا پکوڑا کھا رہا تھا، ساتھ میں چائے کے گھونٹ بھی بھر لیتا۔ اریبا بھی ایک طرف ٹک گئی۔

"کچھ سمجھ میں آیا آپ کو کہ یہاں کیا چل رہا ہے۔" زوہا نے تیکھے تیوروں سے اسے دیکھا۔

"ہماری امیاں خاصی ماڈرن اور براڈ مائنڈڈ ہو گئی ہیں۔" اس کے مزے سے کہنے پر زوہا کو مزید تاؤ آیا۔

"جو شخص منٹوں میں یہ جان لے کر اس کی پیالی میں کچھ ملایا گیا ہے، وہ یقیناً ان سب حرکتوں کا مطلب بھی سمجھ گیا ہوگا۔"

"پر میں تو نہیں سمجھا۔" وہ بظاہر معصومیت سے بولا۔

"میں سمجھا دیتی ہوں، مجھے شادی نہیں کرنی، اس لیے آپ اپنا وقت برباد نہ کریں۔" زوہا نے صاف الفاظ میں کہا۔

اریبا نے حمزہ کے تاثرات دیکھے جو نارمل تھے۔

"آپ نے تو میرا مورال ہی گرا دیا ہے، میرا تو خیال تھا کہ میں خاصا اسمارٹ اور ہینڈسم ہوں۔ کوئی لڑکی انکار کرتے ہوئے بھی سو بار سوچے گی، پر آپ تو فوراً ہی آؤٹ کر رہی ہیں۔" مصنوعی افسردگی سے بولتے ہوئے اس نے اریبا کو دیکھا جو مسکرا رہی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں نا۔" اس نے جھٹ سے سر ہلایا مگر زوہا کے گھورنے پر مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

"میں جو بھی کر رہی ہوں میری مرضی۔ آپ بس یہ سمجھ لیں کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔"

"جب لڑکی اپنے منہ سے انکار کر رہی ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ کسی اور میں دلچسپی لے رہی ہے۔ ایسا ہی ہے کیا۔" اب کی بار اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آج کی لڑکی اپنے منہ سے جو کہہ رہی ہوتی ہے، اس کا وہی مطلب ہوتا ہے۔" وہ ہنوز اعتماد سے گویا ہوئی۔ "بہتر ہوگا آپ خود ہی انکار کر دیں کیونکہ شادی تو مجھے کرنی ہی نہیں چاہے وہ آپ ہوں یا کوئی اور۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا دونوں خواتین اندر آ گئیں۔

"کیوں بچوں کوئی بات بنی۔" صوفیا بیگم شرارت سے بولیں تو زوہا نے محض پلکیں جھکا لیں جب کہ حمزہ نے پکوڑا منہ میں ڈالا۔

"آنٹی یہ پکوڑے بہت مزے دار ہیں، اب تو میں یہ کھانے کے لیے اکثر آیا کروں گا۔" حمزہ نے خوش مزاجی سے کہا۔ زوہا نے بے اختیار اسے دیکھا مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ عالیہ بیگم کا چہرہ کھل اٹھا۔

"ضرور آنا بیٹا! تمہارا اپنا گھر ہے۔" اریبا حیران سی حمزہ کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ اتنے صاف الفاظ میں زوہا باجی نے انکار کیا تھا..... اور زوہا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی چیز اٹھا کر سامنے بیٹھے شخص کا سر پھوڑ دے۔

☆☆☆

پاپا کے دفتر میں قدم رکھتی وہ ٹھٹکی، مما اور پاپا کے بیچ بیٹھا ایان عزیر اس کی نظر کا دھوکا نہیں تھا۔

"ارے ہماری بیٹی آ گئی ہے، آ جاؤ پریا۔" پاپا کے پکارنے پر وہ آگے بڑھی اور پاپا کے قریب بیٹھ گئی۔ ایان نے رسمی انداز میں حال احوال پوچھا۔

"ایان اس پروجیکٹ کی فائل کی کاپی میں منگوا دیتی ہوں۔ نیکسٹ میٹنگ میں پھر اس کے باقی پوائنٹس ڈسکس کر لیں گے۔" مما لیپ ٹاپ کی اسکرین کی جانب دیکھتی مصروف سے انداز میں بولیں۔

"اوکے آنٹی۔" ایان ان ہی کی طرف متوجہ تھا۔

"اب آپ بس کر دیں، یہ لنچ ٹائم ہے۔" پاپا نے مداخلت کی۔

"نو ٹینشن، یہ ڈیل بہت ضروری ہے۔"

"آپ کو تو خبط ہے کام کا، یہ تو اچھا ہوا میں نے

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

اپنی بیٹی کو بلا لیا۔" مسکرا کر بولتے وہ پریسا کی جانب مڑے۔

"اسپیشل لنچ آرڈر کیا ہے تمہارے لیے۔" وہ مسکرائی۔

"تھینکس پاپا! اسی لیے تو فوراً آپ کی کال پر سب چھوڑ چھاڑ کر آ گئی۔"

"دیکھا آپ نے ہم باپ بیٹی کا پیار، وہ اپنے سارے کام چھوڑ کر بھاگی چلی آئی اور آپ ابھی تک مصروف ہیں کام میں۔" ان کے شکایتی انداز پر مما نے لیپ ٹاپ کی اسکرین بند کر کے مسکراتے ہوئے اپنی عینک اتاری، بولیں کچھ نہیں۔

"انکل آپ آنٹی کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ شی از ٹو پروفیشنل اینڈ آئی لائک اٹ۔ کام سے زیادہ ضروری کچھ نہیں ہوتا۔" آیان نے اظہار خیال کیا، پریسا کی نگاہیں اس کے سنجیدہ چہرے پر رک سی گئیں۔

"یس مین، ان ہی ضروری کاموں میں زندگی جیسی ضروری چیز کو ہم اکثر بھول جاتے ہیں۔" وہ مدبرانہ انداز میں بولے۔ چہرے پر ہنوز نرم مسکراہٹ تھی، ویسی ہی نرم مسکان پریسا کے لبوں پر پھیل گئی۔

"ایسی باتیں اپنی پرنسس کو بھی سمجھا دیجیے جو شادی کے نام سے بھاگتی ہے۔ آخر کب سیٹل ہو گی۔" مما کے یوں آیان کے سامنے اس موضوع کو چھیڑنے پر اس کے چہرے پر سرخی پھیلی، لب کاٹتی وہ سر جھکا گئی۔

"اوہو، ابھی اتنا ٹائم بھی نہیں گزرا اس کی ڈگری ختم ہوئے جتنی آپ کو ٹینشن ہے۔"

"تین سال ہو چکے ہیں۔" مما اس موضوع پر گھنٹوں بول سکتی تھیں۔

"یہ ان کا بات ٹھیک ہے۔" پاپا آیان کی جانب مڑے تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"آپ دونوں تو ہنسی میں اڑا دیتے ہیں بلکہ آیان میں تو تمہیں بھی کہوں گی کہ اب شادی کر لو۔" مما کی بات پر پریسا نے بے اختیار آیان کی جانب دیکھا، اس کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہوئی۔ چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی۔

"میرے لیے ایک ہی تجربہ کافی ہے۔" لمحے بھر کے وقفے کے بعد وہ نارمل لہجے میں بولا۔ "آپ کے آفس کا انٹیریئر مجھے بہت پسند آیا ہے۔ ہم نے بھی کچھ نئے میٹنگ رومز بنوائے ہیں، میں ان کا انٹیریئر کروانا چاہ رہا تھا۔ کچھ یونیک سا۔"

"یہ سارا پریسا نے کیا ہے۔" پاپا کے لہجے میں خوشی جھلکی۔ "آج کل بھی یہ ایک کمپنی کا انٹیریئر کر رہی ہے۔" وہ چونک کر اس کی جانب مڑا، اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کیا کرتی ہے۔

"ویری نائس۔ پھر تو میں آپ کو انوائٹ کر رہا ہوں۔ میرے آفس آئیے۔ ہم بھی آپ سے اپنا آفس ڈیکوریٹ کروانا چاہتے ہیں۔" اس کے یوں سراہنے اور دعوت دینے پر وہ بے یقینی سے مسکرائی۔

"بالکل ہمارا یہ پروجیکٹ اینڈ ہونے والا ہے، میں ضرور آؤں گی۔"

"وِش گڈ۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے نگاہ پھیر لی اور یہ نہ جان سکا کہ اس لڑکی کی آنکھوں میں کتنے ہی جگنو جگمگا اٹھے تھے۔

☆☆☆

وہ دفتر سے نکل کر تیز قدموں سے باہر کی جانب بڑھ رہی تھی، جب وہ راستے میں آ کھڑا ہوا۔ اسے دیکھ کر زوہا کا حلق تک کڑوا ہوا۔

"مس زوہا! کیسی ہیں آپ؟" احرار نے مسکراتے لہجے میں پوچھا۔ اس کے چہرے کے بگڑے زاویے وہ نوٹ کر چکا تھا۔

"آپ واقعی میں وکیل ہیں۔ اس دن بھی یوں ہی سر راہ مل گئے تھے، ٹہلنے کے بجائے اگر کام پر توجہ دیں گے تو آپ کے کیریئر کے لیے مفید ہو گا۔" زوہا کے طنزیہ انداز پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"آپ ایسا بھی کہہ سکتی ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اسی لیے تو آپ کے آنے کی خبر ہو جاتی ہے ہمیں۔"

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"ایسی راہوں پر بے کار لوگ چلتے ہیں۔" اس کا چہرہ سرخ ہوا۔

"حسین لڑکیاں غصے میں بھی کمال لگتی ہیں۔" اس کا تپا تپا انداز اسے مزا دے گیا۔

"اب آپ خود میرا راستہ چھوڑیں گے یا پھر کوئی تماشا لگوانا چاہتے ہیں۔" وہ تنک کر بولی۔

"ریلیکس۔ میں تو آپ کا کیس شروع ہونے کی مبارک باد دینا چاہ رہا تھا مگر سچ کہوں تو اس کیس کا فائدہ کچھ نہیں ہونے والا، بس تاریخیں ملتی رہیں گی۔" اس کے پریقین لہجے پر اسے تاؤ آیا۔

"میں یہ کیس ضرور جیتوں گی کیونکہ میں عزیز ہمدانی کی بیٹی ہوں اور سچ کو ثابت کرنا مشکل تو ہو سکتا ہے ناممکن نہیں۔"

"یہاں سچ کو ثابت کرنا بھی اکثر ناممکن ہو جایا کرتا ہے۔ جعفری صاحب کی فیس جو آپ قسطوں میں بھر رہی ہیں، یہ بھرتے آپ بوڑھی ہو جائیں گی مگر حاصل کچھ نہیں ہو گا۔"

اپنے اندر ابلتے غصے کو اس نے بمشکل ضبط کیا۔ "آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی، دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

"جب بھی آپ ناکام ہونے لگیں تو یہ یاد رکھیے گا کہ احرار فاروقی آپ کی ناکامی کو بھی کامیابی میں بدل سکتا ہے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔ اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ پھر اس کے راستہ چھوڑتے ہی وہ تیزی سے آگے بڑھی۔

"میری آفر بھولیے گا نہیں۔" وہ کہنا نہیں بھولا تھا۔ اس کو رکے بغیر آگے بڑھتے دیکھ کر لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

وہ عورت کمرے میں ساری چیزیں پھیلائے بیٹھی تھی۔

"میم! یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔" اندر آتی نرس اس کے قریب آئی۔ قیمتی ساڑھی میں ملبوس، بہت سے زیورات پہنے وہ اب میک اپ سے چہرے پر عجیب و غریب نقش و نگار بنا رہی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔ میں تیار ہو رہی ہوں۔ ان کے آنے کا وقت ہو گیا ہے نا۔" نرس کا ہاتھ جھٹکتی وہ جیسے کسی تصور میں کھو کر مسکرانے لگی۔

اسی وقت ہارن کی آواز سنائی دی تو وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھی۔

"دیکھا آ گئے نا۔ تم تو چاہتی تھیں میں تیار نہ ہوں۔ ہٹو اب۔" اس کا ہاتھ ہٹاتی وہ جلدی سے لاؤنج میں آ گئی۔ جس کے داخلی دروازے سے وہ اندر داخل ہو رہا تھا۔

"تم، وہ کہاں ہیں۔ وہ نہیں آئے۔" اسے دیکھ کر عورت کے چہرے پر مایوسی پھیلی، وہ حیرت سے اس عورت کا حلیہ دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا حالت بنائی ہوئی ہے انہوں نے۔" اس کا ہاتھ تھامتا وہ نرس سے بولا۔

"سر! یہ خود ہی تیار ہو گئیں۔" نرس منمنائی۔

"تم کیوں آ گئے پھر سے۔ وہ کیوں نہیں آئے۔" وہ خفا ہوئی تو اس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "وہ آ جائیں گے آپ بیٹھیں۔"

"تم کون ہو۔" عورت نے اس کے دونوں ہاتھ جھٹکے پھر نرس کی جانب گھومی۔ "یہ اندر کیسے آیا، نکالو اسے، کون ہے یہ؟"

"آپ آیے میرے ساتھ میں گارڈ کو بلاتی ہوں آپ آئیے۔" اسے پکڑ کر نرس اپنے ساتھ لے گئی تو وہ اذیت سے آنکھیں میچتا وہیں صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہو گیا۔

☆☆☆

ٹیکسی سے اتر کر وہ کچھ دیر کے لیے وہیں کھڑی ہو گئی تھیں۔ یک دم کسی کے قریب آ کر سلام کرنے پر چونکیں۔

"کوئی مسئلہ ہے میں مدد کر سکتا ہوں۔" وہ زوہا سے مخاطب تھا جس کے چہرے کے زاویے اسے دیکھ کر بگڑے جبکہ انعم نے حیرت سے اس وجیہ لڑکے کو دیکھا۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"آپ کون؟" زوہا سے پہلے انعم بول پڑی۔

"حمزہ ارے تو آپ حمزہ ہیں۔ آپ سے ملنے کا تو خاصا اشتیاق تھا۔" انعم پرجوش ہوئی۔

حمزہ مسکرایا، ساتھ میں زوہا کو دیکھا جو انعم کو تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں۔"

"ہم ٹیکسی والے کا انتظار کر رہے ہیں بس وہ چینج لے کر آتا ہوگا۔" اسی وقت ٹیکسی ڈرائیور پیسے لے آیا۔

"عنایہ بھی آگئی۔" قریب آتی عنایہ کو دیکھ کر انعم نے تعارف کرایا۔

"عنایہ یہ حمزہ ہیں۔" زور دوسری پر تھا۔ حمزہ کے لبوں کے کناروں پر مسکراہٹ آٹھہری۔

"کیسے ہیں آپ؟" عنایہ نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

"بالکل ٹھیک۔ میں چلتا ہوں آپ انجوائے کریں۔"

"ایسے کیسے۔ عنایہ ہمیں ٹریٹ دے رہی ہے۔ آپ بھی آیئے نا۔" انعم کے دعوت دینے پر زوہا نے بولنے کے لیے منہ کھولا مگر عنایہ بول پڑی۔

"انعم ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آیئے نا اس بہانے ہم بھی آپ سے کچھ بات چیت کرلیں گے۔" زوہا کے بجھے چہرے کے تاثرات کو دیکھتا وہ ان کے ساتھ ریسٹورنٹ آگیا۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ دونوں بھی میرا انٹرویو لینے والی ہیں۔" ان کو اپنی طرف دیکھتا پا کر حمزہ نے خدشے کا اظہار کیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ بلکہ میں تو سوچ رہی ہوں آپ خاصے فٹ فاٹ ہیں۔ آنٹی کو فوراً ہاں کر دینی چاہیے۔" انعم بے ساختہ بولی۔

"آنٹی تو کر دیں مگر یہ آپ کی سہیلی انہوں نے تو مجھے بری طرح ڈی گریڈ کر دیا تھا۔ آخر یہ اتنی بدذوق کیوں ہیں۔" آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

"صحیح کہہ رہے ہیں آپ۔ اصل میں اسے بچپن سے ہی شادی کا کوئی شوق نہیں ہے۔" انعم کی گل افشانی پر جہاں عنایہ مسکرائی وہیں حمزہ نے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا اور زوہا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ انعم کے منہ پر ہاتھ ہی رکھ دے۔

"پھر تو ہمارے خیالات کافی ملتے جلتے ہیں۔ بچپن میں مجھے بھی شادی کا کوئی شوق نہیں تھا۔" حمزہ کے شرارتی انداز پر انعم کھسیانی ہو کر مسکرائی۔

"اس کا مطلب ہوا کہ آپ تو مجھے پورے نمبر دیں گی۔" حمزہ نے اس کی خفت مٹانے کو بات بڑھائی۔

"سو فی صد حمزہ بھائی!"

"ایک بات بتائیں، یہ آپ کی سہیلی ہر کسی کو ایسی خوں خوار نظروں سے گھورتی ہیں یا مجھ معصوم پر یہ خاص عنایت ہے اور کیا ان کے چہرے کے زاویے بھی یونہی سب کو دیکھ کر بگڑ جاتے ہیں۔" اس کے شوخ انداز پر دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"ٹھیک سمجھے آپ۔ میں ایسی ہی ہوں اس لیے آپ اپنی زندگی برباد نہ کریں تو بہتر ہوگا۔" اس سے زیادہ زوہا کے لیے ضبط کرنا مشکل تھا سو سرد لہجے میں بولی۔

"میں ایڈونچرز کا خاصا شوقین ہوں تو ایک اور ایڈونچر سہی۔" اس کی جانب دیکھتا خوبصورت لہجے میں بولا تو انعم کا دل اش اش کر اٹھا۔ پھر ان دونوں کی جانب دیکھتا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی۔ میں مزید آپ کی دعوت خراب نہیں کروں گا۔ آپ سب انجوائے کریں میں چلتا ہوں۔" انہیں خدا حافظ کہتا اور ایک نگاہ زوہا پر ڈالتا وہ آگے بڑھ گیا۔

"واہ کیا بندہ ہے۔ تمہارے ساتھ کیا خوب جچے گا زوہا۔" انعم نے بے لاگ تبصرہ کیا۔ عنایہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے زوہا کو دیکھا جو یقیناً اب انعم کی اچھی طرح کلاس لینے والی تھی۔

☆☆☆

"اف تھک گیا آج بہت کام تھا دفتر میں۔ مر

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

کھانے تک کی فرصت نہیں تھی۔ تم کب آئیں؟" بینچ کے دوسرے کونے پر فاصلہ رکھ کر بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔

"کافی دیر ہو گئی مجھے آئے۔ مجھے لگا شاید آپ نہیں آئیں گے۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی، چہرے پر ایک خوش کن احساس پھیل چکا تھا۔ امید کے یقین میں بدل جانے والا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ میں بتائے بغیر غائب ہو جاؤں۔ اسی لیے تو لیٹ ہونے کے باوجود میں پہنچ گیا۔ بلکہ اپنا لنچ بھی لے آیا ساتھ۔ دفتر میں وقت نہیں ملا کھانے کا۔" دوستانہ انداز میں بولتا وہ ہاتھ میں پکڑا لنچ باکس کھولنے لگا۔

"ٹرائی کرو کیسا ہے۔ میں نے خود بنایا ہے۔" عماد نے لنچ باکس اس کے قریب رکھ دیا۔

"آپ کھائیں، میں لنچ کر چکی ہوں۔" آرزہ نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ اب تو بہت وقت ہو گیا ہے۔ تھوڑا سا لے لو۔ یقین کرو اتنا برا نہیں بناتا۔" عماد پر مزاح انداز میں بولا تو اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر قریب رکھے لنچ باکس کو کھولا اور اوپر رکھا سینڈوچ اٹھا لیا۔

عماد خود بھی سینڈوچ اٹھا کر کھانے لگا۔

"میرے بارے میں تو آپ جان گئے۔ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا آپ نے۔"

آرزہ کے پوچھنے پر اس نے گہرا سانس لیا۔

"میں اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔ میں گیارہ سال کا تھا جب ابو کا انتقال ہو گیا۔ امی نے ٹیچنگ شروع کر دی۔ اس وقت میرے نانا حیات تھے ان کی خاصی سپورٹ رہی ہمیں۔ میرے چچاؤں نے تو پلٹ کر ہماری خبر نہ لی۔ پھر نانا کی کچھ جائیداد بھی امی کو خوش قسمتی سے اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے ترکے میں مل گئی۔ بس گزر بسر آسانی سے ہو گیا۔ یوں میری پڑھائی کا خرچا بھی امی پر بوجھ نہیں بنا۔ پڑھائی ختم ہوتے ہی سب ماؤں کی طرح امی کو میرے سر پر سہرا سجانے کی فکر ستانے لگی۔ مگر وقت نے مہلت نہیں دی۔ ڈیڑھ سال قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ بس یہی ہے میری کہانی۔" اس کے لہجے کی افسردگی کو آرزہ نے محسوس کیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ ہشاش بشاش لہجے میں بولا۔ "بڑی بے مروت لڑکی ہو۔ سینڈوچز کی تعریف تک نہیں کی۔ یہی کہہ دو کہ ایسے سینڈوچز تم نے کبھی نہیں کھائے۔"

"ایسے بدمزہ سینڈوچز میں نے واقعی کبھی نہیں کھائے۔" وہ ہنس دی۔

"دیکھ لو تمہارے چھوٹے ہونے کا فائدہ اٹھا رہا ہوں۔" وہ بھی ہنس دیا تھا اور اس لمحے آرزہ کے دل میں خواہش ابھری تھی کہ کاش وہ اس شخص کے چہرے کے رنگوں کو دیکھ سکتی۔

☆☆☆

ریوالونگ چیئر پر بیٹھا وہ دوسری جانب موجود شخص کی بات سن رہا تھا۔

"ہوں ٹھیک ہے آپ اس کیس کی فائل لے آئیں۔ دوسرا کون سا؟" نگاہیں قریب پڑی فائل پر گئیں۔

"اس طرح کے بے کار فراڈ کیسز آپ خود ہینڈل کیجیے۔ آپ بہتر ڈیل کرنا جانتے ہیں۔ او کے او کے بائے۔" اس نے عجلت میں فون کا ریسیور رکھا۔

"سوری یہ مصروفیت جان نہیں چھوڑتی۔ تم بتاؤ انگلینڈ سے کب آئے؟" آیان اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"دو ہفتے ہو گئے ہیں مجھے آئے۔ اس بار پکا ارادہ تھا کہ پرانے دوستوں سے ملوں گا۔"

حمزہ مسکراتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں کالج کے وقت کے دوست تھے اور ان کے بیچ امیری غریبی کے فرق کے باوجود ان کی دوستی اتنی اچھی تھی کہ حمزہ کے باہر چلے جانے کے باوجود ان کا رابطہ قائم تھا۔ شروع میں اکثر وہ ای میلز کیا کرتے تھے پھر کچھ عرصہ یہ سلسلہ ٹوٹا رہا اور جب پھر سے بحال ہوا تو بات کم کم

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

ہونے لگی مگر ہوتی ضرور تھی۔

"پھر کوئی ری یونین کرتے ہیں۔" آیان کو بھی وہ وقت یاد آگیا تو چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم خاصے بدل گئے ہو۔ گریس فل لگ رہے ہو بالکل انکل کی طرح مگر یہ سنجیدگی کیوں اتنی اوڑھ لی ہے۔" حمزہ نے بے تکلفی سے اس کی ذات کا تجزیہ کیا۔

"بس وقت اور حالات کی دین ہے۔" آیان ہولے سے مسکرایا۔

"انکل کا بہت افسوس ہوا تھا۔ بہت جلدی چلے گئے۔"

"تم ہمدانی گروپ آف کمپنی کب جوائن کر رہے ہو؟"

"نہیں بھئی، دوستی میں مجھے کسی قسم کی ملاوٹ نہیں پسند۔ یوں بھی میری جاب ہوگئی ہے۔ نیکسٹ ویک جوائننگ دینی ہے۔" حمزہ نے بتایا۔ آج ہی تو اسے تقرری کا معلوم ہوا تھا۔

"گڈ۔ یعنی ہماری کمپنی ایک ذہین ایمپلائی سے محروم ہوگئی۔" آیان نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ اتنے عرصے بعد آج وہ یوں کھل کر خوشی محسوس کر رہا تھا۔

"یہی سمجھ لو۔ اچھا اب یہ بھی بتا دو کہ مجھے چاچو کہنے والے کتنے ہیں۔" حمزہ شوخی سے بولا آیان کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ لمحوں میں اس کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ حمزہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

"ایسا کوئی نہیں ہے۔"

"ایم سوری میں ---" حمزہ نے بولنا چاہا مگر آیان نے اس کی بات کاٹی۔

"دانیہ اب میری بیوی نہیں ہے۔ ہماری طلاق ہو چکی ہے۔" آیان نے سنجیدگی سے کہا۔

حمزہ کو دھچکا لگا تھا یہ سن کر۔ کالج کے بعد وہ الگ تو ہو گئے تھے مگر آیان اس سے ہر بات شیئر کرتا تھا۔ یونیورسٹی میں اس کی دانیہ سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس کی ہر ای میل میں دانیہ کا ذکر ہوتا تھا۔ پھر ڈگری مکمل ہونے سے پہلے ہی انہوں نے شادی کر لی تھی۔ آیان کی اس طوفانی محبت کا اسے اچھی طرح علم تھا۔ بہت خوش تھا وہ اپنی شادی پر۔

پھر ان کا رابطہ منقطع ہوگیا اور سبب جڑا تو آیان نے اسے انکل کے انتقال کی اطلاع دی۔ اس کے بعد کی ای میلز میں اس نے کبھی اپنی بیوی کا ذکر نہیں کیا تھا مگر حمزہ یہ نہ جان سکا کہ وہ اس کی زندگی سے جا چکی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اسے یہ سن کر دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

اس کے دفتر کے در و دیوار سے ہوتی اس کی نظریں اس پر آکر ٹھہر گئیں جو انہماک سے اس کا دیا کیٹلاگ دیکھ رہا تھا۔

"ہوں یہ تھیم مجھے پسند آئی ہے۔" اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ چونکی اور اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے کیٹلاگ تھام لیا۔ لمحے بھر کے لیے نگاہیں ان سحافت پر پڑیں۔

"اوکے میں رو دھرو دیکھنا چاہوں گی۔"

"آیان نے قریب پڑے فون کا ریسیور کان سے لگایا۔ "مس روحی اندر آیئے۔" کچھ لمحوں بعد دستک دے کر ایک لڑکی اندر آئی۔

"مس روحی یہ پریا ہیں۔ یہ ہمارے نئے رو دھرو کا انٹیریر کریں گی۔ آپ انہیں جاوید صاحب کے پاس لے جائیں۔ وہ ان کو رو دھرو دکھا دیں گے۔ میں جاوید صاحب کو بریفنگ دے دیتا ہوں۔"

"لیس سر۔" لڑکی نے مودبانہ انداز میں کہا۔

"اوکے پریا بیسٹ آف لک۔" اپنی مخصوص پروفیشنل مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا۔ لمحے بھر کے لیے اس کے لبوں پر پھیلنے والی مصنوعی مسکراہٹ کو دیکھتی وہ ٹھٹک کر یونہی آگے بڑھ گئی۔

☆☆☆

صوفیا بیگم نے چائے کی پیالی حمزہ کے سامنے رکھی تو وہ جو صوفے پر نیم دراز تھا، سیدھا ہو بیٹھا۔

"عالیہ کو فون کیا تھا۔" ان کے سنجیدگی سے کہنے پر حمزہ متوجہ ہوا۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"شرمندہ ہو رہی تھی کہ زوہا رشتے کے لیے نہیں مان رہی۔ مسلسل انکار کر رہی ہے۔ کہتی ہے شادی نہیں کروں گی۔" مجرمانہ --- انداز میں انہوں نے حمزہ کو دیکھا جو نارمل انداز میں چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا اور پرے اس کا سوال۔

"آپ کو برا لگ رہا ہے؟"

"تمہیں لگ رہا؟" انہوں نے بھی سوال داغا۔

"نہیں، مجھے تو وہ پہلے ہی انکار کر چکی تھی۔" وہ مسکرایا۔

"میں تو سوچ سوچ کر شرمندہ ہو رہی تھی کہ تم بھی کہو گے کہ ماما نے کیسی لڑکی پسند کی ہے جس نے انکار ہی کر دیا۔" وہ کچھ مطمئن ہوئیں۔

"ریلیکس ماما! اس نے کون سا مجھے ناپسند کیا ہے۔ بس اسے شادی نہیں کرنی۔"

"لڑکی تو بہت اچھی ہے بس ذرا جذباتی ہے۔ اصل میں اس نے اپنی ماں کے ماضی کا بہت اثر لیا ہے۔ لیکن تم فکر نہ کرو جلد ہی میں کوئی اور لڑکی تلاش کر لوں گی۔" وہ خوش ہو کر بولیں۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ماما۔ مجھے زوہا ہی پسند ہے۔ اسے تھوڑا وقت دیں۔ اتنی جلدی تو وہ اپنا فیصلہ نہیں بدلے گی نا۔"

انہوں نے چونک کر بیٹے کے چہرے پر بکھری خوبصورت مسکراہٹ کو دیکھا۔ ماں کے لحاظ میں وہ یہ نہیں کہہ سکا تھا کہ وہ لڑکی دل کو اچھی لگ گئی ہے تو پھر کسی اور کی تلاش کی گنجائش ہی کہاں نکلتی ہے۔

☆☆☆

"آپ کر کیا رہے ہیں جعفری صاحب آخر یہ کیس کیوں لٹک رہا ہے۔" زوہا شدید تپی ہوئی ان کے دفتر میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"اس طرح کے کیسز اکثر طویل ہو جایا کرتے ہیں اور پھر میں کیا کروں۔ آپ کے کاغذات مکمل تو پورے ہیں نہیں۔ عدالت کیسے مان لے کہ آپ عزیز ہمدانی کی بیٹی ہیں۔ اس طرح فیصلے نہیں ہوتے۔ مکمل ثبوت چاہیے ہوتے ہیں۔ ابھی حال میں ہی اس قسم کا فراز کا کیس ختم ہوا ہے۔ اتنا آسان نہیں ہوتا یہ سب۔" وہ بھی خاصے غصے میں تھے۔ وہ جب سے آئی تھی ان کا سر کھا رہی تھی اب وہ زچ ہو چکے تھے۔ دن بھر کی مصروفیت کے بعد اس جیسی کلائنٹ سے سر کھپانا آسان نہیں تھا۔

"تو پھر ڈی این اے ٹیسٹ کس مرض کی دوا ہے؟" زوہا آج انہیں بخشنے کو تیار نہیں تھی۔

"سب کچھ چٹکی بجاتے نہیں ہوتا کہ دو پیشیوں میں ہی آپ ڈی این اے کا کہیں اور عدالت فوراً مان جائے اور بہت کچھ پہلے دیکھنا پڑتا ہے اور پھر دوسری پارٹی ہمیں یہاں تک آنے ہی نہیں دے رہی۔ آپ تھوڑا حوصلہ کریں۔ اس کیس میں تاریخیں لمبی ہی ملتی ہیں۔ اور آپ کا کیس اچھا خاصا کمزور ہے پھر بھی میں نے حنا بیگم کی بیٹی کی وجہ سے ہامی بھر لی۔" انہوں نے بھی لحاظ نہ کرتے ہوئے جتا دیا۔

اسی وقت دستک دیتا احرار فاروقی اندر آیا۔

"میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا۔" چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ نگاہیں غصے سے کھولتی زوہا پر بھی پڑیں۔

"احرار آؤ آؤ بیٹھو۔"

"آپ کی کلائنٹ کچھ خاص خوش نہیں لگ رہیں۔" زوہا کی کرسی کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھتا وہ بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے بس کلائنٹس کو قانون سمجھانا پڑتا ہے۔" وہ نارمل انداز میں بولے۔ پھر ان کا فون بج اٹھا تو وہ معذرت کرتے فون سننے باہر نکل گئے۔

زوہا نے اپنا بیگ اٹھایا۔ اس کا ارادہ بھانپتا وہ بول اٹھا۔

"مایوس ہو رہی ہیں تو یاد رکھیے گا۔ میری آفر برقرار ہے۔"

زوہا نے اکتا کر اسے دیکھا۔ موڈ پہلے ہی خراب تھا۔

"آپ کو کیا عادت ہے ہر لڑکی سے فری ہونے کی۔"

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"کیا آپ خود کو باقی لڑکیوں میں شمار کرتی ہیں۔" اس کا انداز لطف لینے والا تھا۔

"میں جو بھی سمجھوں آپ کو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ بس یہ سمجھ لیں کہ میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو آپ کے آگے پیچھے پھرتی ہیں یا آپ کی امارات سے مرعوب ہوتی ہیں اور اپنا وقت آپ کے لیے برباد کرتی ہیں۔"

"عنایہ نے کافی کچھ بتادیا ہے آپ کو میرے بارے میں۔ اچھا ہے اور کیا کچھ معلوم ہوا۔" اس کی محظوظ مسکراہٹ پر زوہا کے اندر اشتعال کی لہریں اٹھیں جنہیں اس نے بمشکل دبایا۔

"ہمارے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے کہ آپ جیسے شخص کو ڈسکس کرتے پھریں۔" تنکھے تیوروں سے کہتی وہ تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔

احرار فاروق کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ ایسے ہی وہ لڑکی نہیں پسند تھی اسے۔ کچھ خاص تھا اس میں، اس کا نہ جھکنے والا انداز اسے اس کی جانب متوجہ کرتا تھا۔

☆☆☆

فٹ پاتھ پر چلتی وہ کافی آگے تک آگئی تھی۔ یکدم پیچھے سے کسی کے پکارنے پر خود سے الجھتی وہ چونکی۔ مڑ کر دیکھنے پر حمزہ کو گاڑی سے اتر کر قریب آتے دیکھ کر سخت کوفت کا شکار ہوئی۔ پہلے ہی احرار فاروق کی باتوں پر رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔

سلام کرتا وہ قریب آیا۔

"کیسی ہیں زوہا آپ۔ آجائیں۔ میں ڈراپ کردیتا ہوں۔"

"کیوں شہر بھر کی لڑکیوں کو ڈراپ کرنے کی ذمہ داری اٹھائی ہے آپ نے۔ مجھ پر بھی یہ مہربانی کرنے کا ارادہ ہے۔" اس کا انکارے چباتا استہزائیہ انداز حمزہ کو محظوظ کر گیا۔

"کمپنی والوں نے ہرگز مجھے اس نیت سے گاڑی نہیں دی اور نہ میں اس بھاری ذمہ داری کو اٹھانے کی کوئی خواہش رکھتا ہوں۔ نہایت ہی شریف انسان ہوں میں۔"

"شریف انسان سڑکوں پر لڑکیوں کے راستے نہیں روکتے پھرتے اور جب میں آپ کو انکار کرچکی ہوں تو آپ بھی اجنبی بن کر مجھے پہچاننے سے انکار کردیں۔" گرمی کی شدت سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"خیر، اتنا بد اخلاق تو میں کبھی بھی نہیں رہا۔ جہاں تک انکار کی بات ہے تو آپ نے بھی ٹھیک سے انکار کردیا۔ مانا کہ مجھے نہیں جانتیں مگر کچھ وقت تو لیتیں۔" وہ دوستانہ انداز میں بولا گویا وہ کسی ریسٹورنٹ میں بیٹھے اپنے رشتے پر بات کررہے ہوں۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکی ہوں۔" اٹل لہجے میں بولتی وہ مڑی تو پیچھے سے اس کی آواز آئی۔

"امتحان لینا چاہتی ہیں تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

زوہا نے مڑ کر اسے دیکھا جو اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"امتحان وقت سے پہلے نہیں ہوا کرتے۔" وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

"وقت کا ہی تو سارا کھیل ہے زوہا بی بی۔" خود کلامی کرتا وہ واپس گاڑی میں بیٹھا۔

☆☆☆

وہ اس قدر جھنجلائی ہوئی تھی کہ کتنی دیر پیدل ہی چلتی رہی۔ پھر وقت کا احساس ہوا تو ارد گرد کا جائزہ لیا۔ سست قدموں سے آگے بڑھتی وہ روڈ کراس کرنا چاہتی تھی جب تیزی سے قریب آتی گاڑی کا احساس تک نہ ہوا۔ گاڑی کے ڈرائیور نے فوراً بریک لگایا۔ مگر پھر بھی گاڑی اس سے ٹکرا گئی تھی۔ وہ گرتے گرتے بچی تھی۔ اس نے بے اختیار اپنی کلائی کو چھوا۔ ڈرائیور گاڑی سے نیچے اترا۔

"بی بی زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔"

تکلیف ضبط کرتے ہوئے اس نے غصے سے کچھ کہنے کی غرض سے سر اٹھایا مگر گاڑی کی پچھلی سیٹ سے جھانکتے چہرے کو دیکھ کر الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔ وہ آیان عزیز کا چہرہ تھا۔ جس نے محض ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی پھر ڈرائیور کو اشارہ کیا تو وہ اس کی بات سننے لگا۔ کچھ لمحوں بعد واپس اس تک آیا۔

"آپ کو چوٹ آئی ہے۔ صاحب کہہ رہے ہیں۔ یہ کچھ پیسے رکھ لیں۔" غصے کی ایک تیز لہر اس کے ساکت وجود میں اٹھی تو وہ تڑخ کر بولی۔

"اپنے صاحب سے بولو اپنی بھیک اپنے پاس رکھیں۔" اسے حیران چھوڑ کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

اگلی صبح بھی اس کا موڈ سخت خراب تھا۔ پچھلے دن کے سارے واقعات اس کے ذہن میں جیسے گڈمڈ ہورہے تھے اور اپنی بے بسی پر تاؤ آرہا تھا۔ یونیورسٹی پہنچی تو دو کلاسز کے بعد وہ فارغ تھے۔ ایک پروجیکٹ کے لیے انہوں نے چیریٹی فنڈز اکٹھے کرنے تھے۔

عنایہ نے کچھ لوگوں سے بات کررکھی تھی جن سے فنڈ اکٹھا کرتے ہیں ان کا سارا دن گزر گیا تھا۔ شام پانچ بجے وہ آخری جگہ پہنچے تھے۔ وہ کوئی مہنگا ترین ریسٹورنٹ تھا جس کے منیجر سے عنایہ کی بات ہوچکی تھی۔ وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے سامنے کھلے ہال سے روشنیوں کا سیلاب امڈتا محسوس ہوا۔ از حد خوب صورت تھی۔ جانے لوگوں کے پاس اتنا فالتو پیسہ کہاں سے آتا تھا کہ وہ ان چیزوں پر اتنا خرچا کرتے تھے۔ زوہا کے دل میں خیال ابھرا۔ انٹرنیس پر لوگ آرہے تھے جب لوگ آگے بڑھے تو اس کے قدم رکے۔ وہ آیان عزیز ہی تھا جو ویٹر سے کچھ کہہ کر آنے والے کا استقبال کرتا اندر چلا گیا تھا۔

"یہاں کون سا ایونٹ ہورہا ہے؟" وہ ویٹر تک پہنچی تو انعم اور عنایہ بھی اس کے پیچھے لپکیں۔ ویٹر نے عام سی چادر میں کھڑی اس لڑکی کو گھور کر دیکھا۔

"ہمدانی گروپ آف کمپنی کی اینول سکسیس پارٹی ہے۔" زوہا کی نگاہیں پھر سے اس شان دار ہال پر جم گئی تھیں۔

"جاؤ بی بی یہاں سے۔ لوگوں کا رستہ چھوڑو۔" ویٹر نے انہیں وہیں کھڑے دیکھ کر بے زاری سے کہا۔ ان کے حلیوں سے ہی اندازہ ہورہا تھا کہ وہ یہاں کی مہمان نہ تھیں۔ ہاں ایک لڑکی جو کچھ اسٹائلش لباس میں تھی، اس کے کپڑے کچھ قیمتی محسوس ہورہے تھے مگر تھی تو ان کے ساتھ ہی۔

عنایہ نے زوہا کا بازو ہلایا اور یکدم آیان عزیز کو اپنی جانب آتے دیکھ کر گھبرا کر اپنا رخ پھیرا۔ زوہا ایک انچ وہاں سے نہیں ہلی تھی۔

"یہ یہاں کیا ہورہا ہے؟" اس کی آواز میں ناگواری تھی۔

"سر! یہ لڑکیاں خواہ مخواہ روشنیاں دیکھنے کے شوق میں آگئی ہیں۔" ویٹر کے بیان پر انعم نے کینہ توز نظروں سے اسے گھورا۔

"آپ لوگ یہاں رش مت لگائیے۔ یہاں پارٹی ہورہی ہے۔" اس کا ناگوار لہجہ زوہا کے اندر گویا آگ ہی لگا گیا تھا۔ اس کے باپ کے پیسے پر اکیلا عیش کرتا وہ کیسا اترا رہا تھا جبکہ اس سب میں وہ بھی حصہ دار تھی۔ مغرور نقوش والے شخص کو اس نے گھورا تھا۔ اسی وقت انعم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ آگے کی جانب کھینچ لیا تھا۔ وہ آگے بڑھتی سیڑھیوں تک گئی تھیں جب زوہا نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"تم لوگ جاؤ۔ مجھے نہیں جانا۔"

ایک ہی جگہ تو رہ گئی ہے وقت کم ہے۔" انعم ناسمجھی سے بولی۔ وہ آیان کو نہیں پہچانتی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ وقت خاصا کم ہے۔"

"زوہا!" عنایہ نے اس کے چہرے کو دیکھا جو جذبات کی شدت سے سرخ تھا اور اس پر پھیلے تاثرات مبہم تھے۔

"پلیز زوہا! کچھ الٹا سیدھا مت سوچنا۔"

وہ میرے باپ کے پیسے پر حق جتاتا رہے اور میں سوچوں بھی نا کیونکہ اس نے ان کی گود میں آنکھ کھولی اور میں نے ان کی شناخت کے بغیر محض ان کا نام لے کر جنم لیا۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ انعم کا منہ کھل گیا تھا۔ اچھا تو وہ زوہا کا سوتیلا بھائی تھا۔

"میں جارہی ہوں مجھے کام ہے۔" ان کی بات

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

سے بغیر وہ تیزی سے نکلتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

دفتر میں بیٹھا وہ ایک کیس کی فائل کو انہماک سے پڑھ رہا تھا جب کوئی دستک دیتا اس کے کیبن کے اندر آیا تھا۔

"مجھے تمہاری آفر قبول ہے۔" اس آواز پر احرار فاروقی نے سر اٹھایا۔ وہ مضبوط عزائم کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ چہرہ لال انگارہ ہو رہا تھا۔ جبکہ آنکھوں میں نفرت اور انتقام کا جذبہ ہلکورے لے رہا تھا۔

"مجھے ہر حال میں آیان عزیز کو ہرانا ہے۔ مجھے اپنا حق لینا ہے۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ تم چاہو تو ہم اس کو تباہی کے دہانے تک بھی پہنچا سکتے ہیں۔ کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا زوہا عزیز۔" اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"اسی لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔ بتاؤ، کس شرط پر کرو گے سودا۔" وہ جیسے جانتی تھی کہ وہ بدلے میں کچھ مانگے گا۔ احرار نے کچھ لمحوں کے لیے اسے بغور دیکھا تھا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں غصہ بھرا تھا۔

"تمہیں مجھ سے نکاح کرنا ہوگا۔" الفاظ ادا کرتے اس نے دلچسپی سے اس کے حیران چہرے کو دیکھا تھا۔

☆☆☆

"میرا دل چاہتا ہے۔ پنکھ لگا کر اڑ جاؤں۔ اڑتی چلی جاؤں کوئی مجھے روکنے کی کوشش نہ کرے۔" ٹھنڈی ہوا میں رچی پھولوں کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں سموتی وہ جذب سے بولی تھی۔ چہرے پر بچوں جیسا اشتیاق تھا جیسے کوئی بچہ اپنی خواہش بیان کر رہا ہو۔

"ایگزامز چل رہے ہوں تو بندے کو ایسے ہی خیالات آتے ہیں۔ اڑ بھی لینا مگر ایگزامز کے بعد۔" عماد نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ نگاہیں اس پر تھیں۔ جس کے نم بال ہوا کی لے پر اڑ رہے تھے اور چھوٹا سا کیچر جو اس نے چند بالوں کو قابو کرنے کے لیے لگا رکھا تھا۔ وہ ان کی اڑان کو روکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔

"تیاری کر تو رہی ہوں۔ اس بار آپ کے کہنے پر اتنا پڑھ رہی ہوں کہ سارا دن پڑھتے پڑھتے گزر جاتا ہے۔ آپ تو مجھے ٹاپ کرانے کے چکروں میں ہیں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"اچھا ہے نا ورنہ آخر میں تم نے یہی کہنا تھا کہ آپ نے پڑھنے نہیں دیا۔ ساری شام تو آپ ضائع کروا دیتے تھے۔"

"ایسا تو میں کبھی بھی نہیں کہوں گی۔ اس وقت کا انتظار تو میں صبح ہوتے ہی کرنا شروع کر دیتی ہوں۔ ہر دن کا یہ وقت مجھے سب سے زیادہ اچھا لگتا ہے۔" یہ معصوم سا اظہار اس لڑکی نے اپنی معصومیت اور بے ساختگی میں کیا تھا۔

"مس شگفتہ بھی کہتی ہیں کہ آپ پارک جانے کی خوشی میں سارا وقت پڑھتی رہتی ہیں۔" اس نے اس لڑکی کا ذکر کیا تھا جو اس کے ساتھ پارک آتی تھی۔

"آپ کے لیے تو یہ عام سی روٹین ہوگی نا۔ آپ تو دفتر میں اتنا بزی رہتے ہیں۔" اب کے وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ اس سے پہلے کہ عماد کچھ کہتا کوئی اسے پکارتا قریب آیا تھا۔

"ارے ڈاکٹر عماد کیسے ہیں آپ؟ آپ بھی یہاں آتے ہیں اتنے دنوں میں مجھے تو پتا ہی نہیں چلا۔" وہ جو کوئی بھی تھا، گرم جوشی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ مگر اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر آئرہ کے چہرے پر حیرت پھیلی تھی۔

"ڈاکٹر عماد۔"

"آں ہاں۔ بس مجھے پارک آنا اچھا لگتا ہے۔" وہ تھوڑا گڑبڑایا۔

"اچھا۔ آپ کی سائیکالوجی کی کتاب میرے پاس پڑی ہے۔ تھوڑی مصروفیت کم ہوتی ہے تو میں دے جاؤں گا۔ وہ آپ کے پاس جو پیشنٹ بھیجا تھا وہ تو اب بھلا چنگا ہو گیا ہے۔"

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

وہ تیز تیز بول رہا تھا جبکہ ہوں ہاں کرتے عماد کی ساری توجہ آئرہ کے رنگ بدلتے چہرے پر تھی۔ پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔ اس شخص کو جلدی سے فارغ کرتا وہ اس کی جانب لپکا تھا۔

"آئرہ! میری بات تو سنو۔ تم کچھ غلط سمجھ رہی ہو۔"

"میں آپ کو غلط سمجھی تھی لیکن اب میری غلط فہمی دور ہو گئی ہیں۔ میں آپ کی دوست نہیں ایک کیس تھی۔"

وہ اسے دیکھ نہیں سکتی تھی ورنہ شکوہ بھری نگاہ ضرور ڈالتی۔ بہت سے آنسو اس کی آنکھوں میں جمع ہوئے تھے۔ پلکوں کی باڑھ پھلانگنے سے پہلے وہ آگے بڑھ گئی تھی جبکہ وہ اسے پکارتا رہ گیا تھا۔ یہ کیا ہو گیا تھا اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا۔ پھر کتنے دن وہ وہیں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا رہا مگر وہ اتنی بدگمان ہو چکی تھی کہ پلٹ کر نہ آئی اور نہ ہی اسے اب آنا تھا۔

☆☆☆

اس کا کام اختتامی مراحل میں پہنچ چکا تھا۔ اس تھوڑے سے عرصے میں وہ بہت پرجوش رہی تھی۔ کیونکہ آیان سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ وہ خاصا مصروف رہتا تھا، دو بار پوچھنے پر اس کے بزنس ٹور پر ہونے کا علم ہوا۔ مگر وہ پھر بھی خوش اور مگن تھی۔

اس نے اتنا خوب صورت انٹیریئر کیا تھا کہ جس نے بھی دیکھا تو تعریفی کلمات ادا کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اب اسے آیان کا انتظار تھا کہ وہ کن الفاظ میں اس کے کام کو سراہے گا۔ وہ اسی کا پوچھنے کے لیے رومی کے پاس جا رہی تھی جب وہ سامنے سے آتا نظر آیا۔ چہرے پر پھیلی گہری سنجیدگی کی چھاپ، مغرورانہ نقوش، شان سے چلتا وہ قریب آیا تھا۔ اسے دیکھ کر چہرے پر حیرت پھیلی اور بولا تو انداز میں عجلت نمایاں تھی۔

"پریسا! آپ یہاں، میرے آفس میں کیا کر رہی ہیں؟"

وہ ٹھٹکی۔ "آپ، آپ نے ہی تو انٹیریئر کرنے کا کہا تھا۔" بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"او وہ آئی ایم رئیلی سوری۔ میرے مائنڈ سے سلپ ہو گیا۔ بزنس کی مصروفیت اتنی ہے کہ مجھے تو کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا آج کل۔" اس نے معذرت کا اظہار بھی بڑے پروفیشنل انداز میں کیا تھا۔ کم از کم اسے یہی محسوس ہوا تھا۔

"آپ پھر اپنا کام کریں میں فری ہو کر آتا ہوں۔" گھڑی پر نگاہ ڈالتا وہ بولا تو وہ جو صدماتی کیفیت کا شکار تھی بمشکل سر ہی ہلا پائی۔ وہ آگے بڑھ گیا اور وہ جیسے اپنی جگہ ساکت ہو گئی تھی۔ آج اسے معلوم ہوا تھا کہ سراب کے پیچھے بھاگنا کیا ہوتا ہے۔ لاحاصل خواہشات کی تمنا کیسے خوار کرتی ہے اور حقیقت سے آگاہی کیسے دل چیر دیتی ہے۔ وہ اتنی غیر اہم تھی کہ اسے یاد رکھنا بھی اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اس دفتر کی راہ داری میں کھڑے اسے اپنی آنکھوں سے سیلاب امڈتا محسوس ہوا تھا جو بہت کچھ بہا کر لے جانے والا تھا۔

☆☆☆

مغرب کی اذان کی آواز اطراف میں گونج رہی تھی جب وہ گھر پہنچی۔ بیرونی دروازے سے نکلتے مزدوروں کو اس نے حیرت سے دیکھا۔ پھر اندر قدم رکھتے ہی سامنے کھڑے حمزہ کو دیکھ کر ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مزدور سے بات کرتے وہ اسے دیکھ چکا تھا۔ اسے فارغ کر کے قریب آیا۔

"میں پوچھ سکتی ہوں آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔" سپاٹ سے انداز میں اسے دیکھا۔

"آپ لوگوں کے کچن کی چھت گر گئی تھی۔ اسی سلسلے میں یہاں ہوں۔" اس کے بولنے پر زوہا کی نظریں بے اختیار اس جانب گئیں جہاں صبح تک کچن اپنی درست حالت میں موجود تھا۔ اب اس پر تازہ سیمنٹ نظر آ رہا تھا۔

"صبح تک باقی کام بھی ہو جائے گا۔"

"آپ سے کس نے کہا کہ ہم اپنے کام خود نہیں کر سکتے جو آپ ہماری مدد کو پہنچ گئے۔" اسے اس کا

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

احسان گوارا نہیں تھا۔

''اور آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہوئی کہ میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں۔ ماما اور آنٹی کا تعلق اتنا کمزور نہیں ہے کہ میں ایسے جواز تلاش کروں۔ تو آپ بھی یہ کوشش نہ ہی کریں۔'' لبوں پر شرارتی مسکراہٹ چمکی۔

''مجھے ایسی بے کار کوششوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بہتر ہوگا آپ بھی یہاں تشریف نہ لایا کریں۔'' اسی وقت اس کی بات کٹی اریبا باہر نکلی تھی اور آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''زوہا باجی آپ اندر چلیں۔'' اسے کھینچتی وہ اندر لے گئی۔ جبکہ دوسرے کمرے سے نکلتی عالیہ بیگم حمزہ کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اور وہ انہیں منع کرتا صوفیا بیگم کے فون کا بتا رہا تھا کہ وہ ان کے لیے کھانا بنا چکی ہیں جو وہ کچھ دیر میں دے جائے گا۔

''یہ آپ کیا کر رہی تھیں زوہا باجی۔ آپ کو پتا بھی ہے صبح سے ہم کتنے پریشان تھے۔ مالک مکان نے الگ جھگڑا ڈالا ہوا تھا۔ یہ حمزہ بھائی ہی ہیں جنہوں نے اسے بھی خاموش کروایا اور مزدوروں کے سر پر کھڑے ہو کر کام بھی کروایا۔ آج پہلی مرتبہ کسی مرد نے ڈھال بن کر ہمارا دفاع کیا ہے۔ ورنہ آپ کو کیا معلوم مالک مکان کتنا تنگ کرتا ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر۔ اور آپ حمزہ بھائی پر ہی برس پڑیں۔ آپ کی اسی جذباتی طبیعت کی وجہ سے خالہ امی آپ سے یہ سب چھپاتی آئی ہیں۔'' اریبا نے سنجیدگی سے اسے احساس دلانا چاہا۔ مگر زوہا چیخی۔

''ہمارا مسئلہ مرد نہ ہونا نہیں ہے۔ غربت کا ہونا ہے اور میں تمہیں اس سے نکل کر دکھاؤں گی۔'' بیگ بستر پر پٹختی وہ باہر نکل گئی جبکہ اریبا اپنا سر پکڑ کر رہ گئی تھی۔

☆☆☆

اپنے مخصوص انداز میں چادر اوڑھے وہ بینچ پر بیٹھی تھی۔ قریب پڑے بیگ کا اسٹریپ ابھی بھی کندھے پر تھا۔ راہداری سنسان تھی اور اگر نہ بھی ہوتی تو بھی وہ جس کیفیت میں بیٹھی تھی اس میں باہر کا شور سنائی نہیں دیتا۔

آنکھوں کے سامنے ایک ہی چہرہ لہرا رہا تھا۔ آیان عزیز کا چہرہ۔ اس کی امارت، اس کا مغرور انداز، وہ گویا ایک ہی جست میں اس سے سب کچھ چھین لینا چاہتی تھی۔ بھلا جس دولت میں وہ بھی حصہ دار تھی اس پر وہ اکیلے عیش کیسے کر سکتا تھا۔ ساری محرومیاں اس کے حصے میں کیوں آئی تھیں جبکہ دونوں ایک ہی باپ کی اولاد تھے۔

اپنا حق لینے کے لیے وہ اب کسی بھی حد سے گزر جانا چاہتی تھی۔ اور اس مقصد لیے وہ آج احرار فاروقی سے نکاح کرنے آئی تھی۔ اسے یہ آفر قبول تھی۔ اسے اب ہمدانی گروپ آف کمپنی میں حصہ چاہیے تھا چاہے وہ کسی بھی قیمت پر ملتا۔ یک دم کسی کے کندھا ہلانے پر وہ چونکی۔

''بیٹی پانی ملے گا؟'' وہ بوڑھی عورت تھی جس کے جھریوں زدہ چہرے پر تھکن رقم تھی۔ اس نے سر ہلا کر اپنے بیگ سے بوتل نکال کر ان کی جانب بڑھائی۔ بوتل تھام کر وہ بیٹھ کر پانی پینے لگیں۔ زوہا کی نظریں اس دفتر کے بند دروازے تک گئیں جہاں احرار نکاح کے پیپرز فائنل کروا رہا تھا۔

''شکریہ۔'' انہوں نے بوتل واپس کی۔ ان کی آنکھوں میں نمی اتری جسے ہاتھ کی پشت سے انہوں نے صاف کیا۔

''کیا ہوا اماں جی؟'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

''بس بیٹی یہ تو روز کا رونا ہے۔ یہاں روز آتی اپنی بیٹی کے لیے۔''

''کیا ہوا اسے؟''

''میرے دیور نے ہماری جائیداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں نے تو خدا پر چھوڑ دیا مگر میری بیٹی نہ مانی۔ وہ کہتی تھی اماں ہم کیس کریں گے، اپنا حق لیں گے۔''

''ٹھیک کہتی ہے اماں جی۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ہاں، میں نے بڑا سمجھایا کہ ہم اکیلی جان ہیں۔ ان سے لڑ نہیں سکیں گے۔ وہ نہیں مانی بار بار ان سے تقاضا کرتی۔ ایسے میں میرے دیور کا لڑکا اس کے پیچھے پڑ گیا۔ میں نے اس سے پیچھا چھڑانے کی بڑی کوشش کی مگر اس نے زبردستی نکاح کر لیا۔ وہ دن اور آج کا دن میری بیٹی کی کوئی خبر نہیں۔ عزت تو گئی ہی ساتھ میں میری عمر بھر کی کمائی بھی۔ جانے کس حال میں ہو۔'' ان کے آنسوؤں میں شدت آئی۔

اس کے دل کو دھکا لگا تھا۔ اضطراری کیفیت میں پہلو بولا۔

''اماں جی اپنا حق لینا برا تو نہیں۔''

''کب کہا بیٹی کہ برا ہے پر وہ جس قماش کے لوگ ہیں میں جانتی ہوں۔ اب کہتے ہیں نکاح کر کے مرضی سے گئی ہے۔ اب میں دکھیاری ماں اسے کہاں سے لاؤں۔ عزت اور بیٹی دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھی میں تو۔''

سسکتی ہوئی وہ اٹھ گئیں۔ اور وہ بے چین سی اپنی جگہ سے اٹھی۔ تو کیا وہ بھی اپنی اور گھر والوں کی عزت کا سودا کرنے جا رہی تھی۔ عزت کیا اتنی سستی شے تھی کہ وہ اسے یوں دان کر دیتی۔ اور اس کی ماں، عالیہ بیگم کا چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرا گیا۔ یکدم اس کا فون بجا۔ اریبا کا فون تھا اس نے جلدی سے اٹھایا۔

''زوہا باجی آپ کہاں ہیں؟ خالہ امی بہت پریشان ہو رہی ہیں۔ ان کو گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ وہ بار بار آپ کو فون کرنے کا کہہ رہی تھیں اب جا کر آپ کا فون ملا ہے۔ پلیز جلدی آجائیں باجی تبھی خالہ امی کی پریشانی کم ہوگی۔'' وہ تیز تیز بول رہی تھی۔

''میں آ رہی ہوں۔'' اس کے فون رکھتے ہی احرار قریب آیا۔

''چلو زوہا!''

''مجھے نکاح نہیں کرنا۔ میں جا رہی ہوں۔'' وہ اعتماد سے بولی تھی۔ بھلا اپنی زندگی کی ڈور وہ احرار جیسے شخص کے ہاتھ میں کیوں دیتی۔

''یہ مذاق کا وقت نہیں ہے زوہا۔''

''میں مذاق نہیں کر رہی۔ مجھے اپنے جائز حق کو حاصل کرنے کے لیے کسی ناجائز طریقے کی ضرورت نہیں ہے اور اب آپ کی ضرورت بھی نہیں رہی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی تھی۔

وہ ایسی ہی تھی لمحوں میں فیصلہ کرتی اور پھر اس پر جم جاتی۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اسے ہلا نہیں سکتا تھا مگر سامنے بھی احرار فاروقی تھا۔

''تم اب پیچھے نہیں ہٹ سکتیں۔'' اس کا گویا دماغ جھنجھنا اٹھا۔ تپ کر اسے دیکھا۔

''مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔'' اس پر نگاہ ڈالتی وہ باہر نکل گئی تھی۔ وہ تیز قدموں سے آگے بڑھ رہی تھی۔ مغرب کی اذانیں ہو چکی تھیں اور ہلکا ہلکا اندھیرا اطراف میں پھیلتا جا رہا تھا۔ سنسان سڑک پر وہ تھوڑا آگے ہی گئی تھی جب اس کے قریب گاڑی روکتا احرار باہر نکلا۔

''تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ مجھے فول بناؤ گی اور میں بن جاؤں گا۔ تم جیسی لڑکی پر میں نے اپنا بہت وقت برباد کیا ہے پر اب نہیں۔ تم احرار فاروقی کو دھوکا نہیں دے سکتیں۔'' غصے سے بولتے ہوئے اس نے یک دم اس کی کلائی پکڑ کر کھینچا تھا۔

''چھوڑو احرار! ورنہ میں شور مچا دوں گی۔'' اس کی سخت گرفت سے کلائی کھینچتی وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔

''یہاں تمہاری سننے والا دور دور تک کوئی نہیں ہے۔'' وہ متاثر ہوئے بغیر اسے دھکیلتا گاڑی تک لے گیا۔ اور زوہا کی گویا جان پر بن آئی تھی۔

''مجھے چھوڑو ورنہ میں تمہارا حشر کر دوں گی۔'' وہ حلق کے بل چیخی اور زور لگا کر اپنی کلائی چھڑانی چاہی مگر اس کی گرفت سخت تھی۔

''اب میں بتاؤں گا کہ حشر کیسے کرتے ہیں اور احرار فاروقی سے پنگا لینا تمہیں کتنا مہنگا پڑے گا۔'' اس سے پہلے کہ وہ اسے گاڑی میں ڈال کر دروازہ بند

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET
HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

کرتا۔ پیچھے سے کسی نے اسے زوردار دھکا دے کر زوہا کی کلائی چھڑائی تھی۔ اپنی دکھتی ہوئی کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے آنے والے کو حیرانی سے دیکھا تھا۔ آنکھوں میں آئی نمی پلکوں پر بہنے لگی۔ کسی کی اتنی جرأت کب ہوئی تھی کہ اسے چھو بھی سکتا اور آج جو ہونے جارہا تھا۔ سن ہوتے وجود کے ساتھ اس نے اپنے اور احرار کے درمیان کھڑے حمزہ سرفراز کو دیکھا۔

"کون ہو تم اور برائے چھڑے میں کیوں پڑ رہے ہو؟" احرار طیش کے عالم میں بولا۔

"آج تو تم نے زوہا کو لاوارث سمجھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوشش کرلی مگر آئندہ ایسی جرأت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچنا۔ تمہاری ساری حرکتوں کا علم ہے مجھے اور اگر میرا رپورٹر دوست انہیں منظر عام پر لے آیا تو تمہارے کیریئر کے لیے اچھا نہیں ہوگا، اس لیے زوہا سے دور رہنا۔" حمزہ کا سنجیدہ انداز اور مضبوط لہجہ اسے چپ کرا گیا تھا۔

"ہاں، میں تمہارے والد کو فون کرکے آیا تھا۔ وہ اب تمہیں ہی فون کررہے ہوں گے۔"

جانے سے پہلے اس نے احرار کو اطلاع دی۔ زوہا اپنے آنسو صاف کرتی اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ اس کے اشارے پر فوراً ہی کچھ فاصلے پر کھڑی اس کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ احرار فاروقی نے غصے سے دور جاتی گاڑی کو دیکھا اور جیب سے نکالتے فون کو جس پر اس کے باپ کا فون مسلسل آرہا تھا اور موبائل سائلنٹ پر ہونے کی وجہ سے وہ بے خبر رہا تھا۔

☆☆☆

"تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کرنے جارہی تھیں۔" گاڑی چلاتے ہوئے ان کے درمیان خاموشی کو حمزہ کی آواز نے توڑا تھا۔ باہر کے مناظر دیکھتی زوہا نے چہرہ موڑ کر اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھے سنجیدہ چہرے والے حمزہ کو دیکھا۔ اتنا سنجیدہ تو وہ کبھی نہیں ہوا تھا۔

"میں جس کیفیت میں تھی، اس میں مجھ سے یہ غلط فیصلہ ہوگیا۔" وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"کیفیت، واہ!" حمزہ نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"انسان کو اتنا بھی جذباتی اور جلد باز نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ اسے آپ کی کمزوری سمجھنا شروع کردیں۔ آج اگر عنایہ مجھے فون نہ کرتی تو جانے کیا ہوتا۔ سوچا ہے اگر آج کچھ برا ہوجاتا تو آنٹی پر کیا قیامت گزرتی۔" اس کے کلاس لینے پر زوہا بھی تپ گئی۔

"آپ کیوں غصہ کررہے ہیں۔ یہ میری زندگی ہے میری مرضی۔ آپ کو کیا پتا کن محرومیوں میں زندگی گزری ہے میری۔ جب آپ کو اس حال۔ میں پہنچانے والے خوش اور پرسکون زندگی گزار رہے ہوں تو کسی کروٹ چین نہیں آتا۔"

اندر سے چاہے وہ اس کے آنے پر کتنی ہی ممنون تھی مگر اس کی باز پرس پر وہ خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔

"اب آگیا چین۔" اس نے طنز کیا۔

"روکیں گاڑی۔" اس نے ناسمجھی سے زوہا کو دیکھا۔

"روکیں ورنہ میں کود جاؤں گی۔" اشتعال انگیز لہجے میں بولتے ہوئے اس نے گاڑی کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو حمزہ نے جلدی سے گاڑی روکی۔ وہ باعجلت دروازہ کھول کر نیچے اتری۔ حمزہ اس کی حرکت سمجھتا خود بھی اس کے پیچھے اترا۔

"یہ کیا بے وقوفی ہے۔" اس کے سرخ چہرے کو دیکھتا وہ پوچھنے لگا۔

"میں خود جاسکتی ہوں۔" وہ ضدی انداز میں بولی۔

"اور میں تمہیں اس سنسان سڑک پر چھوڑ جاؤں گا۔ چپ کرکے گاڑی میں بیٹھو زوہا۔ اور اگر اب ایک لفظ بھی بولیں تو میں ابھی آنٹی کو فون ملاتا ہوں۔" اس کی دھمکی پر اسے گھورتی ہوئی وہ واپس گاڑی میں بیٹھی۔ سچ تو یہی تھا کہ یہاں وہ اس وقت

اکیلی کھڑی نہیں ہوسکتی تھی۔ گاڑی آگے بڑھاتے حمزہ نے ایک گہرا سانس لے کر خود کو ٹھنڈا کیا اور جب بولا تو لہجے میں سنجیدگی دمتانت تھی۔

"کبھی کبھی جیسا ہمیں نظر آتا ہے ویسا ہوتا نہیں ہے۔ دور سے جو چیز جتنی خوش نما اور مکمل دکھائی دیتی ہے حقیقت میں نہیں ہوتی۔"

اس نے جواباً رخ موڑ لیا تو وہ محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔ باقی فاصلہ خاموشی سے کٹا۔ گھر کا بیرونی دروازہ عالیہ بیگم نے کھولا۔

"کہاں تھیں زوہا؟" انہوں نے چھوٹتے ہی سوال کیا۔ اسے حمزہ کے ساتھ دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھیں۔ اس کے بولنے سے پہلے حمزہ بول پڑا تو اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ اب یہ پورا قصہ سنائے گا۔

"آنٹی انہیں یونیورسٹی میں دیر ہوئی تو گاڑی بھی مس ہوگئی۔ میں راستے میں ملا تو میں نے کہا میں چھوڑ دیتا ہوں۔ بس اتنی سی بات تھی۔ آپ یونہی پریشان ہورہی تھیں۔" اس کے حیران چہرے پر ایک نگاہ ڈالتا وہ انہیں اطمینان دلا رہا تھا۔ چہرے پر اب وہی مخصوص نرم مسکراہٹ تھی۔

☆☆☆

یونیورسٹی سے واپسی پر وہ اریبا کی کچھ کتابیں خریدنے آگئی تھی۔ خریداری کرکے باہر نکلی تو بھاگتی دوڑتی ٹریفک کو دیکھ کر اکتاہٹ کا شکار ہوئی۔ یہاں سے سواری کا ملنا خاصا مشکل امر ثابت ہونے والا تھا۔

یہی سب سوچتے نگاہ غیر ارادی طور پر کچھ فاصلے پر کھڑی گاڑی سے اترتی لڑکی پر پڑی۔ جو نیچے اتر کر اب سڑک کی جانب مڑ چکی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بیگ پھسلا تو وہ اسے پکڑنے کے لیے نیچے جھکی۔ زوہا نے اس پر سے نگاہ ہٹانی چاہی مگر چونک گئی وہ یکدم سیدھی ہوکر آگے کی جانب بڑھی تھی۔ وہ اپنی بے وقوفی میں یقیناً کسی گاڑی کے نیچے آسکتی تھی۔ زوہا تیزی سے اس کی جانب بھاگی۔ مگر اس کے پہنچنے تک ایک گاڑی تیزی رفتاری سے آتی ٹکر مار چکی تھی۔

ڈرائیور نے بریک لگائے مگر اسے نقصان سے نہ بچا سکا۔ زوہا اس کے قریب پہنچی تو وہ بے ہوش ہوچکی تھی۔ سر بونٹ سے ٹکرانے کی وجہ سے ماتھے پر چوٹ آئی تھی۔ جس سے خون بہہ رہا تھا اور بازو پر بھی زخم تھا۔

زوہا نے پریشانی سے گاڑی والے کی طرف دیکھا جو پہلے تو بوکھلایا پھر گاڑی دوسری جانب سے بھگا لے گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی گاڑی میں بجتے تیز میوزک کی آواز بھی غائب ہوگئی۔ اسے دل میں کوستے وہ مڑی تو ایک شخص بھاگتا ہوا قریب آیا۔

"یہ بی بی کو کیا ہوگیا؟" وہ خود گھبرا گیا تھا۔ وہ اس کا ڈرائیور تھا، اسے مختصر بتا کر اس نے اس کی مدد سے لڑکی کو گاڑی میں ڈالا اور کچھ سوچ کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ گاڑی قریبی اور خاصے بڑے اسپتال کے سامنے رکی۔ وہ اس کے چیک اپ تک باہر ہی ٹہلتی رہی تھی۔ پھر ڈرائیور کو اس کے گھر اطلاع دینے کا کہہ کر وہ نرس کے بلانے پر اس کے کمرے میں گئی۔ وہ شاید ہوش میں آرہی تھی۔ زوہا خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ کچھ لمحے اس کی ساکت نظریں چھت کی جانب لگی رہیں۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے بستر کو ٹٹولا اور اس کی حرکت پر زوہا کا کھلا منہ بند ہوگیا۔ تو کیا وہ نابینا تھی؟ اور دوسرے پل اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔

"کوئی ہے۔ میں کہاں ہوں؟" اس کی موجودگی کو شاید اس نے محسوس کیا تھا۔

"میں زوہا ہوں۔ آپ کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا سڑک پر۔ تو میں آپ کے ڈرائیور کے ساتھ آپ کو ہاسپٹل لے آئی۔" زوہا نے نرمی سے کہتے اس کی طرف قدم بڑھائے۔

"شکریہ آپ کا۔ میری وجہ سے آپ کو تکلیف ہوئی۔"

"مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ مگر آئندہ احتیاط

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET
HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

کرنا یوں سڑک کراس کرنے کی کوشش مت کرنا۔" اس نے تنبیہ کی۔

میں تو یونہی دل بے چین ہونے پر باہر نکلی تھی۔ پھر لگا جیسے کسی نے پکارا ہے تو بے اختیار قدم اٹھا بیٹھی۔ بھلا مجھے کس نے پکارنا تھا۔" ہولے سے مسکراتے ہوئے اس کے معصوم چہرے پر اداسی پھیلی۔

"اچھی لڑکی۔ نام تو بتایا ہی نہیں تم نے۔" زوہا پیار سے بولی۔ وہ اسے بالکل اریبا کی طرح سادہ اور معصوم لگی تھی۔

"آئزہ۔"

"بہت پیارا نام ہے۔" بے ساختہ تعریف کی۔

"تھینک یو۔ آپ بے شک چلی جائیں۔ میں اب ٹھیک ہوں۔ آپ کا وقت ضائع ہوگا خوامخواہ۔"

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے اور تم تو بالکل میری چھوٹی بہن کی طرح ہو۔" زوہا نے کہتے ہوئے اس کی کلائی نرمی سے پکڑی۔

"درد ہو رہا ہے تو بلاؤں نرس کو۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ بہت اچھی ہیں زوہا۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی جو اس کی طرح خوب صورت تھی۔

"اچھا۔" وہ بھی مسکرادی۔ اس کا ہاتھ اس نے پکڑ رکھا تھا۔ "تمہارے گھر اطلاع دے دی ہوگی ڈرائیور نے، بس آتے ہوں گے۔ وہ اس کی پریشانی کا سوچ کر بولی۔ تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"گھر، گھر میں کوئی ہوتا ہی کب ہے اور جو ہیں وہ....."

"اس نے لب بھینچ لیے۔ بات ادھوری رہ گئی۔ دروازہ کھول کر کوئی بائیلت اندر آیا تھا۔ اور اندر آتے شخص کو دیکھ کر وہ اس کا ہاتھ چھوڑتی جھٹکے سے اٹھی تھی۔ کیان عزیز کو دیکھتی وہ جیسے اپنی جگہ سن ہوگئی تھی۔ وہ پریشان سا اس کی جانب بڑھا تھا۔

"آئزہ، گڑیا تم ٹھیک ہو نا۔ چوٹ زیادہ تو نہیں آئی۔" وہ اس کی فکر میں جیسے بے حال ہو رہا تھا۔

"کیان بھائی۔" اس کی موجودگی کے احساس سے آئزہ کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں، کچھ نہیں ہوا۔"

وہ اس کی تسلی کروا رہی تھی۔ مگر وہ غیر مطمئن سا اس کے ڈھکا دیکھ رہا تھا۔ دھچکے کی کیفیت سے نکلتے ہی وہ باہر نکلی تھی اس سے پہلے کہ وہ اس کا تعارف کرواتی۔ وہ آگے بڑھی۔ عجیب بے چینی سی ہو رہی تھی اور اپنی اس کیفیت کو وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ یکدم کسی کے پکارنے پر وہ رکی۔ سر اٹھایا تو سامنے ڈاکٹر سیمی کھڑی تھیں۔

"زوہا، عنایہ کی دوست ہو نا۔" وہ جیسے پہچان کر خوش ہوئیں۔ وہ ایک بار عنایہ کو دیکھنے یہاں آئی تھی جب وہ یہاں ایڈمٹ تھی اور ڈاکٹر سیمی سے خاصی گپ شپ ہوئی تھی۔

"تم آئزہ کے ساتھ آئی تھیں۔" اس کے کمرے سے نکلنے پر وہ سمجھ گئی تھیں۔ زوہا نے خود کو سنبھالتے ہوئے سر ہلایا۔

"کیان سے ملیں تم۔ آئزہ کا بھائی ہے۔ چھوٹے سے تب سے دیکھ رہی ہوں دونوں کو۔" اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ خود ہی شروع ہوگئیں۔ زوہا ان کی باتونی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔

"بہت دکھ دیکھے ہیں ان بچوں نے۔ بس سارا قسمت کا کھیل ہے ورنہ کیسی شان و شوکت والے لوگ تھے۔ آئزہ کا بچپن میں ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا جس میں اس کی بینائی چلی گئی۔ بہت علاج کروایا ہے۔ باہر کے ملکوں میں بھی گئے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹرز نے بھی یہی کہا کہ آپریشن کا بھی فائدہ نہیں ہوگا۔" ڈاکٹر سیمی بولتی جا رہی تھیں اور وہ چپ چاپ سن رہی تھی۔

"مسز عزیز اپنی اکلوتی بیٹی کو دیکھ کر بہت دکھی ہوتی تھی۔ پھر آیان کی زندگی میں جو کچھ ہوا وہ بھی کم نہیں تھا۔" زوہا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا تھا؟" اس کے منہ سے پھسلا۔

"یونیورسٹی میں ایک لڑکی سے محبت ہوگئی تھی۔

عزیز صاحب نے بیٹے کی مرضی کو اولیت دیتے ہوئے شادی کر دی۔ مگر وہ لڑکی بہت لالچی اور کچھ زیادہ ہی آزاد خیال تھی۔ آیان کی بیوی ہو کر اسے دھوکا دیتی رہی۔ بڑی عجیب سی تھی۔ بہت بار اس نے مسز عزیز اور مسز عزیز کو شرمندہ کروایا تھا۔ شادی کے تین سال بعد وہ طلاق لے کر چلی گئی۔

پھر پانچ مہینے بعد ہی اس کی شادی کی خبر سننے کو ملی تھی۔ خاصا پیسہ بنا گئی تھی وہ ان کی فیملی سے۔ آیان تو بالکل ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ عجیب دیوانوں والا حال ہوگیا تھا اس کا۔

دوبار تو اس نے اپنی جان لینے کی بھی کوشش کی۔ مسز عزیز تو رو رو کر بے حال ہوتی تھیں۔ عزیز صاحب الگ پریشان تھے۔ دو سال بعد ایک سائیکاٹرسٹ کے سیشنز سے اس میں کچھ بہتری آئی۔ اس کے چار سال بعد عزیز صاحب کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا۔ ایک مہینہ وہ کومے میں رہے، اس دوران مسز عزیز کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ تب سے اب تک وہ ہوش و حواس میں نہیں رہتیں۔ عزیز صاحب کومے سے تو اٹھ گئے مگر دو مہینوں میں ہی ہارٹ اٹیک سے ان کی ڈیتھ ہوگئی۔ بڑی ہی دردناک کہانی ہے اس فیملی کی۔ ورنہ ان بے چاروں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔" افسوس سے کہتے انہوں نے قصہ ختم کیا اور اسے اندر چلنے کو کہا۔

"میں چلتی ہوں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" تیزی سے کہتی وہ ان کی بات سنے بغیر باہر کی جانب لپکی۔ باہر نکلتے ہی وہ اسپتال کے لان کے ایک الگ تھلگ سے بینچ پر آبیٹھی۔ چہرہ بے حد سرخ ہو رہا تھا۔ سانس یوں تیز ہو رہا تھا گویا میلوں کی مسافت طے کر کے آئی ہو۔ یکدم بہت سے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔

وہ ساری زندگی اس بات پر کڑھتی رہی تھی۔ شکوہ کرتی رہی تھی اپنے رب سے کہ اس کی ماں کے ساتھ زیادتی کرنے والے، اس کے حق پر قبضہ کرنے والے عیش کی زندگی جی رہے جبکہ وہ عزت اور محرومیوں والی زندگی سے سمجھوتہ کیے ہوئے تھی۔ مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ زندگی مکافات عمل ہے۔ وہ بھول گئی تھی کہ کسی کو اذیت دینے والا خود بھی کسی نہ کسی صورت اذیت کی بھٹی میں سلگتا ہے اور انسان کتنا نادان ہے جو یہ بھول جاتا ہے کہ وقت کا سکہ اس پر الٹا بھی پڑ سکتا ہے۔

آج اسے رونا آ رہا تھا اپنی ناشکری پر، اپنے ان سارے شکووں پر جو وہ آج تک اپنے رب سے کرتی آئی تھی۔ اس بینچ پر بیٹھے بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس لڑکی کا دل بھی جیسے پگھل رہا تھا، سالوں کی نفرت گویا ان آنسوؤں کے ساتھ ہی بہہ گئی تھی جو اسے ہلکا پھلکا کر گئی تھی۔

☆☆☆

"تم کیس واپس لے رہی ہو؟" عنایہ نے حیرت سے اسے دیکھا، ایک ہی دن میں ایسا کیا ہوگیا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"وقت اور پیسہ برباد کرنے کا کیا فائدہ اور پھر جب باپ کی شفقت ہی نصیب میں نہیں تھی تو ان کی جائیداد لے کر کیا کروں گی۔ جن کے پاس ہے وہی خوش رہیں۔" وہ اتنی سنجیدگی سے بولی تھی کہ اس کی جانب دیکھتی انعم اور عنایہ کچھ لمحوں کے لیے کچھ بول ہی نہ پائیں۔

"یہ فیصلہ تم نے کچھ سوچ کر ہی کیا ہوگا۔" عنایہ نے کہا تو انعم نے بات بدل دی اس کے پاس آج کل اپنی شادی کا موضوع تھا جو کہ ان کے امتحانوں کے بعد ہونی تھی۔ شام میں کلاسز ختم ہونے کے بعد وہ یونیورسٹی سے باہر نکل رہی تھیں جب حمزہ کے قریب آ کر سلام کرنے پر چونکیں۔

ان دونوں کا حال احوال پوچھتا وہ ہمیشہ کی طرح خوش گوار موڈ میں تھا۔ بات کرتے اس کے انداز میں احترام سا جھلکتا تھا جسے زوہا نے آج محسوس کیا تھا۔

"اگر آپ لوگ برا نہ مانیں تو میں آپ کی دوست سے کچھ بات کر سکتا ہوں۔" اس کے اجازت لینے والے انداز پر وہ مسکرائیں۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET
HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

"ہماری طرف سے اجازت ہے۔" انعم شاہانہ انداز میں بولی۔ پھر وہ دونوں ہاتھ ہلاتی چلی گئیں۔

"جی تو مس زوہا حیدر! مسئلہ کیا ہے آپ کے ساتھ۔" ہاتھ میں پکڑی کتابوں کو سینے سے لگاتے ہوئے اس نے اچنبھے سے حمزہ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"اب یہ شوشا چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ میرے علاوہ کسی سے بھی شادی کرنے کو تیار ہیں۔ آخر مجھ کو ہی ڈی گریڈ کرنے کا تہیہ کیوں کر لیا ہے۔ حالانکہ میرے خیال میں اچھا شوہر بننے کی ساری خصوصیات میرے اندر موجود ہیں۔"

زوہا سٹپٹائی، کل ہی اس نے عالیہ بیگم سے یہ بات کہی تھی۔ وہ اس کی سٹپٹاہٹ پر خاصا محظوظ ہوا تھا۔

"آپ اب بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟" اگلے لمحے وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"اب کیا ہوا ہے۔"

"آپ جانتے ہیں میں احرار قادری سے نکاح کرنے جا رہی تھی اور ـــ" حمزہ نے نرمی سے اس کی بات کاٹی۔

"نکاح کرنے جا رہی تھیں، کیا تو نہیں نا۔ اپنا فیصلہ تو تم وہیں بدل چکی تھیں۔ تم ایک مضبوط کردار کی لڑکی ہو زوہا۔ یہی وجہ ہے کہ احرار جیسے بندے نے تمہیں نکاح کی آفر کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جس جذباتیت کے تحت تم اس کے پاس گئی تھیں اس کی ناجائز ڈیمانڈ پر اس پر لعنت بھیجتی واپس بھی چلی جاؤ گی اور جہاں تک میری بات ہے تو مجھے سر اٹھا کر چلنے والی زوہا سے محبت ہوئی ہے۔ میں کبھی بھی اس کو جھکانے پر مجبور نہیں کروں گا۔" اس نے بے ساختہ جھکی پلکیں اٹھا کر حمزہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔

"اب اتنی تعریف کافی ہے یا مزید کچھ کہنا پڑے گا۔" اگلے لمحے وہ اپنی جون میں لوٹ چکا تھا۔ "ویسے تو تم جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ خاصی اکھڑ بھی ہو مگر میں گزارا کر لوں گا۔ خاصا شریف انسان ہوں۔" اس بار زوہا نے اسے گھورا مگر اس کے ہنسنے پر وہ بھی مسکرا اٹھی۔

"آہم ..... کچھ لوگ مسکراتے اچھے لگتے ہیں بس ذرا کنجوسی دکھا جاتے ہیں۔" چادر کے ہالے میں اس کا دمکتا چہرہ دیکھتا وہ شوخی سے بولا تھا۔

☆☆☆

کاؤنٹر پر کھڑی اس لڑکی کو وہ مشکل سے ہی سہی مگر پہچان گیا تھا۔ یہ وہی تھی جو اس کے ساتھ پارک آیا کرتی تھی۔ اس لڑکی کے مڑنے پر وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"ایکسکیوزمی مس! آپ آئرہ کے ساتھ پارک آتی تھیں نا۔" اس کے سوال پر اس نے سر ہلایا وہ بھی اسے پہچان گئی تھی۔

"آئرہ کہاں رہتی ہیں آپ بتا سکتی ہیں؟"

"سر آئرہ میم یہاں ایڈمٹ ہیں۔" عماد کے چہرے پر پریشانی کی لکیر ابھری، وہ بے قراری سے بولا۔

"کیا ہوا آئرہ کو؟"

"وہ ٹھیک ہیں بس چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا ان کا۔" باقی تفصیل بتاتی وہ اسے آئرہ کے کمرے تک چھوڑ گئی تھی۔ دروازہ انگلی سے بجاتا وہ اس کی "یس" کی آواز پر اندر داخل ہوا تھا۔

"کون ہے؟" خاموش قدموں کی آواز پر وہ الجھی۔

عماد اس کے بستر کے قریب رکا، اس کے ماتھے اور دائیں کلائی پر پٹی بندھی ہوئی تھی، نرم و ملائم چہرے پر وہی معصومیت تھی، تکیے سے ٹیک لگائے وہ جذبذب سی آنے والے کی موجودگی کو محسوس کر رہی تھی۔ اس کے فاصلہ رکھ کر کھڑے ہونے کے باوجود اس کے مخصوص کلون کی خوشبو اس تک پہنچ گئی تھی۔

"آپ، آپ یہاں کیسے۔" بے ساختہ منہ سے پھسلا۔

"اس دن تم کوئی بھی بات سنے بغیر چلی گئیں۔ ایسے بھی کوئی کرتا ہے۔" اس نے شکوہ کیا، انداز خفگی لیے ہوئے تھا۔

"مجھے آپ کی ہمدردی نہیں چاہیے۔" آئرہ نے گلابی لب کاٹے۔

"تو کون کر رہا تھا ہمدردی۔ ہمدردی اور محبت میں فرق نہیں کر سکتیں۔" عماد کے بے ساختہ اظہار نے اسے گنگ کر دیا تھا۔

"میں سائیکاٹرسٹ ہوں نہ سائیکولوجسٹ۔ میں میڈیسن میں اسپیشلائزیشن کر رہا ہوں مگر کیا میرا ڈاکٹر ہونا یا سائیکولوجی کی کتاب رکھنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ تم یوں روٹھ گئیں۔"

"نہیں میں ..... وہ۔" اسے شرمندگی نے گھیرا تو کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"بس رہنے دو تم۔ میں تمہارے بھائی سے خود بات کر لوں گا۔" اطمینان سے بولتا وہ کرسی پر بیٹھا۔ جبکہ وہ بے چین سے اس کی آواز کی سمت مڑی۔

"آیان بھائی سے کیا کہیں گے۔ میں راضی ہوں۔ آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔"

"اونہوں۔ تم پر اب اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ ہائے واوے تمہاری رضامندی کی ضرورت آگے پڑے گی۔ پہلے مجھے شادی کی بات تو کر لینے دو۔" وہ محظوظ ہو کر بولا۔

"شادی کس کی؟"

"ہماری۔"

"یہ ممکن نہیں ہے۔" نفی میں سر ہلاتی وہ رخ پھیر گئی۔

"میں اور آپ ..... بہت فرق ہے ہم میں۔ میں اپنے اس ادھورے پن کے ساتھ آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔"

"آئرہ اپنی ذات میں ہم سب ہی نامکمل ہوتے ہیں۔ کوئی بھی پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ ہم مل کر ایک اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔" اس بار وہ سنجیدگی سے بولا۔

"آپ تھک جائیں گے۔" اس نے جواز تراشا۔

"پرامس، ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" اس کا لہجہ مضبوط تھا۔

"میری ماں اپنے آخری دنوں میں بیمار تھیں۔ بیماری کے ساتھ ایک حادثے میں ان کی بینائی بھی چلی گئی تھی۔ مگر اس عرصے میں، میں ان کی آنکھیں بن گیا تھا جس سے وہ دنیا کو پھر سے دیکھنے لگی تھیں۔" ماں کے ذکر پر وہ افسردہ ہوا تھا۔ مگر کچھ لمحوں بعد ہی وہ بشاش بشاش سا کھڑا ہوا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے میں بھائی صاحب سے بات کرتا ہوں اور ان سے کہوں گا کہ اپنی بہن سے رائے ہرگز مت لیں۔"

"آپ پھر سوچ لیں۔"

"آئرہ پلیز۔" اس کے التجائیہ لہجے پر وہ خاموش ہو گئی۔

"اتنی فرماں برداری شادی کے بعد بھی دکھاؤ گی نا۔" اس کا مسکراتا شرارتی لہجہ اسے بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا اور اس کی خوب صورت ہنسی کو دیکھتا وہ مسرور ہو گیا۔

☆☆☆

"واؤ بہت خوب صورتی سے سجایا ہے۔ دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کتنے دل سے کام لیا ہے۔" میٹنگ روم کے انٹیریئر کو ستائشی انداز میں دیکھتے زوبی نے سراہا۔ پھر اس پر نگاہ پڑی جو خاموشی سے اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی، چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی رقم تھی۔

"کچھ کہو گی نہیں۔" زوبی نے اچنبھے سے کہا۔

"سوچ رہی تھی۔ بچپن کی عادت ہے، غلط جگہ دل لگا بیٹھتی ہوں۔" زوبی تھکی ایسی بات تو اس نے کبھی نہیں کی تھی پھر اب۔

"پریا! کیا ہوا ہے۔ تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کی بہت پرانی اور گہری دوست تھی اس کے لہجے کا بدلاؤ اسے فوراً محسوس ہوا تھا۔

"آیان نے کچھ کہا ہے؟"

"آیان۔" وہ زخمی سا مسکرائی اور میز کے گرد پڑی ریوالونگ چیئر پر بیٹھ گئی، زوبی اس کے بائیں

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET
HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

جانب کرسی کھینچ کر اس پر ٹک گئی۔

"آیان عزیر اس گلیشیئر کا نام ہے جو پگھل نہیں سکتا۔"

دروازے کے ہینڈل پر رکھا آیان کا ہاتھ وہیں ٹھہر گیا تھا، میٹنگ روم ساؤنڈ پروف تھے مگر چونکہ دروازہ ادھ کھلا تھا اس لیے وہ اپنا نام سن کر ٹھٹک گیا۔

"تم سچ کہتی تھیں زوبی! میں ہی بے وقوف تھی جو اس کی آس دل سے لگائے بیٹھی رہی۔ میں اس کے لیے اتنی غیر اہم ہوں کہ اس کے مائنڈ سے سلپ ہوگئی۔ وہ مجھے یاد بھی نہیں رکھنا چاہتا۔"

وہ زخمی انداز میں ہنسی، آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے مگر اسے پروا نہیں تھی۔ زوبی کو تکلیف ہوئی مگر وہ خاموش رہی، اچھا تھا وہ اپنے اندر کا غبار نکال لیتی۔

"اسے تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ ہم نے ساتھ کتنا وقت گزارا تھا۔ مما اور آنٹی کی نئی نئی دوستی ہوئی تھی، ہم ان کے گھر جاتے تو اس کے عجیب و غریب کھیل میں، میں اس کے ساتھ شامل ہو جاتی، شروع میں کئی بار اس نے مجھے سائیکل سے گرا دیا، میری ڈولز کو وہ پینٹ کر دیا کرتا تھا۔ پر وہ مجھے ہمیشہ اچھا ہی لگتا تھا۔ پھر جب میں مما کے ساتھ کلب جانے لگی تو وہ میری دوستی بھول کر اوروں کے ساتھ کھیلنے لگا۔ میں پھر بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی۔ وقت بڑھا تو ہمارے درمیان محض سلام دعا تک کا تعلق رہ گیا۔ ایک ہی کالج میں وہ سینئر اور میں جونیئر ہوگئی۔ یونیورسٹی میں اپنے آرٹس کا شوق چھوڑ کر بزنس پڑھنے لگی کیونکہ وہ بزنس پڑھ رہا تھا۔"

دروازے کا ہینڈل پکڑے کھڑا آیان جیسے گنگ رہ گیا تھا۔ نگاہیں حیرت سے اس لڑکی پر جمی تھیں جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے پر اسے احساس تک نہ تھا۔

"پھر اس کی زندگی میں دانیہ آ گئی۔" پریسا نے اذیت سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"میں نے یونیورسٹی چھوڑ دی اور اس نے دانیہ سے شادی کر لی۔ اس وقت تم ہی تھیں نا زوبی جس نے مجھے سمجھایا تھا۔ پھر میں نے اپنے دل کو سمجھا کر آرٹس پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ بڑی مشکل سے اپنا دل بہلا لیا تھا مگر دانیہ اس کی زندگی سے چلی گئی تو مجھے لگا

قدرت نے میری جگہ بنانے کے لیے دانیہ کو اس کی زندگی سے نکال دیا۔ بہت صابر اور لاحاصل انتظار کیا میں نے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ میں اسے کبھی نظر آئی ہی نہیں۔" اس نے بے دردی سے ہتھیلی سے چہرہ صاف کیا۔

"پریسا! تم کہو تو میں آیان سے بات کروں ایک بار۔"

"ہرگز نہیں۔" اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی۔ "خود کو بے مول کرنا ہوتا تو بہت پہلے کر چکی ہوتی۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے۔ مما کو اور تنگ نہیں کروں گی۔ وہ جس سے کہیں گی، شادی کر لوں گی اور کوشش کروں گی کہ اس کی ساتھ وفاداری نبھاؤں اب اور قسمت سے نہیں لڑ سکتی۔"

تھکے تھکے انداز میں اس نے بات ختم کی۔ ایک نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ واپس مڑ گیا۔

☆☆☆

اسٹیج کے قریب اس قدر شور تھا کہ اسے فون پر دوسری جانب سے آتی آواز سننے میں دشواری ہو رہی تھی۔ دولہا دلہن پر نگاہ ڈالتی وہ اسٹیج سے اتر کر ہال کی درمیانی روش پر چلتی خاصے فاصلے پر آ گئی، اس حصے کے بائیں جانب وہ دیوار ختم ہوتی تھی جس سے مردوں اور عورتوں کے حصے الگ کیے گئے تھے۔ فون پر بات کرتی وہ چند قدم اور آگے جا کر رک گئی۔ دوسرے حصے کی آخری میز پر بیٹھے اس شخص کی نظر اس پر پڑی تو وہ ٹھٹکا، کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد اس کے قدم اس کی جانب اٹھے۔

مصروف سے انداز میں بولتی وہ یک دم خاموش ہوئی تھی، سامنے کھڑے شخص کو سنجیدگی سے خود کو دیکھتے پا کر اس نے خود کو سنبھالتے فون بند کیا۔

"مس عنایہ مرتضیٰ۔ اگر میں غلط نہیں ہوں تو یہی نام ہے آپ کا۔" اس کے لہجے میں طنز کی چبھن محسوس کی جا سکتی تھی۔

"بالکل میں عنایہ ہی ہوں۔"

"جلدی مان گئیں آپ..... اس دن پارٹی میں آپ مجھے دیکھ کر چھپنے کی کوشش کر رہی تھیں اور میں اسی روز جان گیا تھا کہ آپ مرتضیٰ صاحب کی بیٹی ہیں۔ مگر آپ کی اس حرکت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ تو سنا تھا کہ بزنسمز کو ایڈونچرز کا شوق ہوتا ہے مگر اس طرح کے بودے اور بے فائدہ ایڈونچر کا مقصد۔"

"آپ اس شادی میں کیا کر رہے ہیں؟" عنایہ کا سوال غیر متوقع تھا۔

"یہ میرے دوست کی شادی ہے۔"

"آپ کے دوست کی شادی زوہا عزیر سے ہو رہی ہے جو کہ آپ کے والد کی دوسری بیوی کی اولاد ہے اور آپ کے نہ ماننے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ یہ سچ ہے کہ میں آپ سے زوہا عزیر بن کر ملی تھی کیونکہ وہ آپ کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور چاہتی تھی کہ میں آپ سے ملوں حالانکہ میں جانتی تھی کہ آپ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ مگر بن باپ کے غربت میں زندگی گزارنے والی اس لڑکی کو لگتا تھا کہ وہ آپ کو چونکانے میں کامیاب ہو جائے گی اور اس کی ان کوششوں سے اسے اس کا جائز حق مل جائے گا۔ پر جلد ہی وہ جان گئی کہ اس کا کیس کس قدر کمزور اور بودا تھا۔ آخری کیل اپنی چھوٹی بہن سے ملاقات نے ٹھونک دی، اسی لیے اس نے کیس واپس لے لیا۔"

اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ مضبوطی سے بولی، آخری الفاظ پر وہ چونکا تھا۔

"اس روز آئرہ عزیر کو ہاسپٹل لے جانے والی بھی زوہا عزیر ہی تھی۔"

"عنایہ! یہاں کیوں کھڑی ہو بیٹا؟" عالیہ بیگم کی آواز پر دونوں متوجہ ہوئے۔

"میں آ رہی تھی آنٹی! آپ کو مبارک ہو آپ کی ذمہ داری تو پوری ہوئی۔" عنایہ نے بظاہر ان سے کہتے آیان کو دیکھا جو چونک کر ان سوہری خاتون کو دیکھ رہا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ بس اب اریبا کے فرض سے بھی سبک دوش ہو جاؤں تو اپنی بہن کے سامنے سرخرو ہو سکوں گی۔ میرے مشکل وقت میں اس نے بڑا سہارا دیا تھا مجھے۔"

تشکر سے کہتیں، اپنی نم آنکھیں پونچھتیں وہ آگے بڑھ گئیں۔ عنایہ بھی ان کے ساتھ ہولی جبکہ پیچھے کھڑے آیان عزیر کو عجیب سے احساسات نے گھیر رکھا تھا۔ ایسا کیا تھا اس کے ماں باپ کے ماضی میں جس نے انہیں ہمیشہ پریشان رکھا تھا اور جس سے وہ آج تک بے خبر تھا۔

☆☆☆

آج جب میں اپنے بچوں کے چہروں پر تکلیف اور بے چینی دیکھتا ہوں تو میرا دل دکھ سے بھر جاتا ہے، اولاد کو تکلیف میں تڑپتا دیکھنا جان لیوا ہوتا ہے اور میں ہر گزرتے پل اس کیفیت سے دوچار ہوتا ہوں۔ سیانے کہتے ہیں ایسے وقت میں اپنے گریبان میں ضرور جھانکنا چاہیے اور جب میں یہ کوشش کرتا ہوں تو ماضی کے دھندلکوں میں ایک ہی چہرہ دکھائی دیتا ہے۔

عالیہ فیروز کا چہرہ، وہ مظلوم لڑکی جسے اس کی بدقسمتی نے میری زندگی میں شامل کیا۔

میری زندگی بہت خوب صورت ہوا کرتی تھی خصوصاً تب جب میں اور ضوفشاں ایک شادی میں ملے تھے۔ ضوفشاں میرے سوتیلے ماموں کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ اس شادی کے بعد دونوں خاندانوں کے روابط بڑھنے لگے اور ساتھ میں ہماری وابستگی بھی۔ وہ تھی ہی اتنی حسین کہ میں پہلی بار اسے دیکھ کر پلکیں جھپکانا بھول گیا تھا۔ پھر اس کے مثبت رویے نے مجھے مزید حوصلہ دیا تھا۔ ہمارے بڑوں کو

جلد ہی ہماری پسندیدگی اور پھر اس جذبے کے محبت میں بدلنے کا علم ہوگیا۔ کسی کو اس شادی پر اعتراض نہیں ہوا تھا۔

ہماری شادی خاصی دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ ایک دوسرے کی سنگت میں ہم بہت خوش تھے۔ زندگی اتنی حسین کبھی نہیں لگی تھی جتنی ان دنوں لگنے لگی تھی۔ شادی کے پہلے پانچ سال ہماری زندگی کے بہترین سال تھے۔ میری والدہ بارہا ہماری زندگی میں موجود اولاد کی کمی کا ذکر کرتیں مگر میں ٹال جاتا کہ یہ قدرت کے فیصلے ہیں۔ ضوفشاں میرے الفاظ پر بہل جاتی مگر اندر سے وہ بھی کچھ خائف رہنے لگی تھی۔

چھٹے سال امی بضد ہوگئیں کہ میں اولاد کی خاطر دوسری شادی کرلوں۔ ضوفشاں نے ایک طوفان مچا دیا۔ بابا جان الگ امی کے حامی بن گئے۔ ایک سال اسی تنازعے میں گزر گیا۔ پھر کچھ خاندانی دباؤ اور لوگوں کی باتوں سے بددل ہوکر ضوفشاں میری شادی کرانے پر رضامند ہوگئی۔ مگر اس کی شرط یہی تھی کہ لڑکی ہر لحاظ سے اس سے کم حیثیت ہونی چاہیے۔ میں کسی طرح شادی پر تیار نہیں تھا مگر ضوفشاں کے آگے مجھے ہار ماننی پڑی۔

عالیہ فیروز ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جسے امی نے ڈھونڈ نکالا تھا۔ اس کا باپ بیمار تھا اور ماں کا پہلے انتقال ہوچکا تھا۔ ایک شادی شدہ بہن تھی جو اپنی پھوپھو کے گھر بیاہی گئی تھی اور وہ دوسرے شہر میں رہائش پذیر تھی۔ عالیہ دوسری بیوی بن کر آ تو گئی مگر اسے وہ مقام حاصل نہ ہوسکا جو اس کا حق تھا۔ وہ کم عمر اور سادہ سی لڑکی میرے لاتعلق رویے اور ضوفشاں کے ناروا سلوک کی مستحق ٹھہری۔ امی مجھے بارہا سمجھاتیں جس پر میں وقتی طور پر اس کے ساتھ اپنا رویہ درست کرلیتا مگر حقیقتاً مجھے اس عام سی شکل و صورت والی لڑکی سے قطعاً کوئی لگاؤ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

وقت کچھ اور گزرا تو ضوفشاں کی پازیٹو رپورٹ نے ہماری زندگیوں میں جیسے تہلکہ مچا دیا۔ ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ امی الگ کچھ شرمندہ سی تھیں۔ اب ضوفشاں کسی طور عالیہ کو یہاں ٹکنے نہیں دینا چاہتی تھی مگر یہاں امی آڑے آ گئیں۔ آخر وہ اپنی ذمہ داری پر اسے بیاہ کر لائی تھیں۔ میں نے اسے بہلا کر خاموش کرالیا۔

آیان ہماری زندگیوں میں آیا تو اپنی خوشیوں میں میں یہ بھول ہی گیا کہ عالیہ بھی میری زندگی میں شامل ہے۔ زندگی تب تلخ ہوئی جب آیان دو سال کا ہوا تو پاپا کا ہارٹ اٹیک جان لیوا ثابت ہوا۔ امی بیمار رہنے لگیں اور ان کی اس بیماری میں عالیہ نے ان کی بہت خدمت کی جس کا ذکر امی بار بار کرتیں تو میرے دل میں اس کے لیے نرم گوشہ بیدار ہونے لگا۔

چھ مہینے گزرے تو امی کا انتقال ہوگیا۔ یہاں سے زندگی نے پلٹا کھایا اور ضوفشاں نے عالیہ کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا جسے میں نے سختی سے رد کردیا۔ امی کی آخری وقت کی گئی نصیحت مجھے بھولی نہیں تھی۔ ضوفشاں کا رویہ عالیہ کے ساتھ دن بدن برا ہوتا چلا گیا۔ میں اسے دبے لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کرتا تو وہ دنوں مجھ سے خفا رہتی۔ سچ یہی تھا کہ عالیہ سے مجھے ہمدردی ضرور تھی مگر ضوفشاں کی جگہ میں اسے کبھی نہیں دے سکتا تھا مگر وہ یہ بات ماننے کو تیار نہیں تھی۔

ایک روز اس کی غلطی کی وجہ سے عالیہ کا ہاتھ جل گیا، میرے باز پرس کرنے پر وہ عجیب جنونی سی ہوگئی۔ اس رات ہماری زبردست قسم کی لڑائی ہوئی۔ اس نے مجھے کمرے سے نکال دیا۔ میں امی کے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ ساتھ والے کمرے سے سسکنے کی آواز آئی تو میں نے جھانکا عالیہ جائے نماز پر بیٹھی رو رہی تھی۔ دوپٹے کے ہالے میں اس کا معصوم سا چہرہ میرا دل نرم کر گیا۔ اس کے جلے ہاتھ پر نظر پڑتے ہی میں دوا لے آیا۔

تین روز یونہی گزر گئے۔ ضوفشاں مجھ سے مسلسل روٹھی رہی اور میں اس کی ضد میں جا کر عالیہ کے کمرے میں سونے لگا۔ جب ضوفشاں کو اس بات

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

کا علم ہوا تو وہ مجھ سے بہت لڑی۔ پھر یہ جیسے روٹین بن گئی۔ وہ عالیہ کو تکلیف دینے کی کوشش کرتی اور میں اس کی ضد میں اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک دن وہ مرنے مارنے پر پہنچ گئی تو میں نے بمشکل اسے سنبھالا۔ اور اس سے وعدہ کیا کہ میں عالیہ سے دور رہوں گا۔

ایک بار پھر میں نے عالیہ کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، ضوفشاں کا رویہ دیکھ کر بھی میں انجان بن جاتا مگر دل میں نادم ہوتا۔ اس کی بے بس نظروں سے نگاہ چرا جاتا۔

اس روز میں تین دن بعد میٹنگ اٹینڈ کرکے گھر آیا تھا۔ شام کا وقت تھا اور ضوفشاں عجیب بے چین سی نظر آتی تھی۔ میرے پوچھنے پر بھی وہ ٹالتی رہی تو میں نے عالیہ کو مخاطب کیا۔ اور مجھے اس سے بات کرتا دیکھ کر ضوفشاں آگ بگولہ ہوگئی۔ وہ بضد تھی کہ میں عالیہ کو ابھی اور اسی وقت طلاق دوں۔ میں اس کی اچانک فرمائش پر ہکا بکا تھا۔ وہ اس قدر جنونی ہورہی تھی کہ اس نے چھری اپنی کلائی پر رکھ لی۔ میں خود گھبرا گیا تھا۔ مگر وہ ضوفشاں تھی جسے مجھ پر حکومت کرنا آتی تھی، اسی لیے تو اس مظلوم لڑکی کے آنسو تک کام نہ آئے۔ میں نے اس کے منہ پر اسے طلاق دے دی۔

وہ بہت طوفانی رات تھی اور ایسے میں ضوفشاں نے اسے گھر سے باہر نکال دیا اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی مزاحمت کرتا۔ وقت کچھ اور آگے بڑھا تو ہم دونوں نے اس واقعے کو بھلا دیا۔ حقیقت یہی تھی کہ میں بہت خود غرض تھا، مجھے زندگی میں آجانے والے سکون سے مطلب تھا۔ کسی مظلوم کی زندگی کی بربادی سے کوئی سروکار نہ تھا۔

خوشیوں کا دورانیہ بہت ہی مختصر تھا مگر ہم اس سے انجان تھے۔ آئزہ نے آکر ہماری زندگی کو جیسے مکمل کردیا تھا۔ پھر جب ایک حادثے میں آئزہ کی بینائی چلی گئی تو ہم ایک نئی تکلیف سے روشناس ہوئے۔ اولاد کی تکلیف نے بے چین کردیا۔ کتنے سال ہم اس کا علاج کروانے کی کوشش کرتے رہے، پیسہ پانی کی طرح بہادیا، مختلف ملکوں تک اسے لے کر گئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

دوسرا جھٹکا ہمیں آیان کی جانب سے ملا۔ اس کی زندگی میں دانیہ جیسی لڑکی کا آنا اور اسے دھوکا دے کر چلے جانا اور اس پر آیان کی جنونی کیفیت۔ ہماری زندگی سے خوشیاں گویا روٹھ گئی تھیں۔ ان دنوں میں چھپ چھپ کر رویا کرتا تھا۔ جوان بیٹے کی ایسی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی تھی اور تب مجھے وہ یاد آئی تھی جس کا ایک دن بھی اس گھر میں سکون سے نہیں گزرا تھا۔

ہمیں اس کی آہ لے بیٹھی تھی۔ اس کے ساتھ کی گئی زیادتیاں ہمارے اور ہمارے بچوں کے آگے آ رہی تھیں۔ لیکن انسان نادان ہے جو اس بات سے نظریں چراتا ہے، وقت سب دکھاتا ہے، بس دیکھنے والی آنکھ ہونی چاہیے اور مجھے وہ آنکھ عطا کردی گئی تھی، بس یہی فرق تھا میری اور ضوفشاں کی تڑپ میں۔

ایک روز مجھے الماری سے عالیہ کی رپورٹس ملیں جو کہ پازیٹو تھیں۔ تب میری سمجھ میں آیا کہ اس روز ضوفشاں کو کس چیز نے اتنا بے چین کردیا تھا کہ وہ اسے نکال کر ہی رہی۔ میرے اندر کا احساس جرم بڑھ گیا مگر میں خاموش رہا۔ آیان بڑی مشکل سے اس کیفیت سے نکل پایا مگر وہ بالکل بدل چکا تھا۔ وہ زندہ دل سا آیان کہیں کھو گیا تھا جس کی جگہ سنجیدہ اور خاموش سے آیان نے لے لی تھی اور بدل تو میں بھی گیا تھا، دل کا بوجھ بڑھ گیا تھا۔

آج جب میں اتنے برسوں بعد اپنی زندگی کی کہانی دہرا رہا ہوں تو شدت سے اس بات کا احساس ہورہا ہے کہ میں ایک کمزور مرد ہوں۔ میں گھر کا سربراہ تھا جسے ایک مضبوط حیثیت حاصل تھی مگر میں اس رتبے کا اہل نہ تھا۔ نہ تو میں نے عالیہ کو اس کا جائز مقام دیا اور نہ ہی ضوفشاں کو اس پر ظلم کرنے سے روک سکا۔

HTTPS://READING.CARETOFUN.NET

آج جب میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں تو دل تڑپ اٹھتا ہے جانے وہ کہاں گئی ہوگی۔ زندہ بھی ہوگی یا..... اور میری اولاد جانے اس کی قسمت میں زندگی تھی یا نہیں۔ میں نذیر بھائی نا صرف عالیہ کا بلکہ اپنے بچوں کا بھی مجرم ہوں اور اگر کبھی میری یہ تحریر کسی کو ملے تو وہ گواہ رہے کہ میں ہاتھ جوڑ کر اپنے رب سے، عالیہ سے، آیان اور آئزہ سے معافی مانگتا ہوں۔

عزیر بھائی ..... ایک کمزور انسان

وہ خود میں اتنی ہمت نہیں پا رہا تھا کہ اس چھوٹی سی ڈائری کو بند ہی کر دیتا جس میں اس کے باپ نے ایسے انکشافات کیے تھے کہ وہ تھرا کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

اطلاعی گھنٹی کے بجتے ہی وہ سر پر دوپٹہ درست کرتی بیرونی دروازے تک آئی۔ دروازہ کھولتے ہی سامنے کھڑے آیان عزیر کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ یہ تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس کے دروازے پر کھڑا ہوگا۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟" وہ اجازت لے رہا تھا۔

زوہا گڑبڑا گئی۔

"آپ..... آں، کس سے ملنا ہے آپ کو۔ حمزہ تو گھر پر نہیں ہیں۔"

"میں حمزہ سے نہیں اپنی بہن سے ملنے آیا ہوں۔" ایک نرم مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیلی۔ یہ زوہا کے لیے حیرت کا دوسرا جھٹکا تھا۔

"بھائی کو اندر نہیں بلاؤ گی زوہا۔" اس کے سنجیدہ چہرے پر اپنائیت رقم تھی۔ خود کو سنبھالتی وہ اسے اندر لے گئی۔

"آپ یہاں کیسے آئے۔" اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے اس کی ازلی خود اعتمادی لوٹ آئی۔

"میں کبھی اس بات کا یقین نہ کرتا کہ میرے باپ کی کوئی اور اولاد بھی ہے اگر ان کی آخری تحریر مجھے نہ ملتی۔" اس کی بات سنتی زوہا چونکی۔

"عنایہ مجھ سے ملی، اس کی اصلیت میں تمہارے کیس واپس لینے کے بعد جان گیا تھا۔ پھر اپنے دوست حمزہ کی شادی پر اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا اور اس کے مضبوط لہجے پر ہی میں ڈیڈ کا ماضی کھوجنے ان کی اسٹڈی میں گیا جہاں وہ اپنے ایکسیڈنٹ سے پہلے اپنا زیادہ تر وقت گزارا کرتے تھے اور اس تحریر کے ملنے کے بعد شک کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ مجھے افسوس ہے زوہا ہماری بہن ہونے کے باوجود تم اپنے ہر حق سے محروم رہیں۔ گزرے وقت کو واپس نہیں لایا جا سکتا اس لیے جو میرے بس میں ہے میں وہی کر سکتا ہوں۔" اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل اس نے زوہا کی جانب بڑھائی۔

"یہ۔" زوہا متذبذب تھی۔

"یہ تمہارا حق ہے۔ لے لو پلیز۔" اس نے فائل تھما دی۔

"زوہا! کہاں ہو۔ یہ دروازہ کیوں کھول رکھا ہے۔" اسی وقت حمزہ اندر آیا تھا۔

"ارے آیان کیسے ہو۔" اسے دیکھ کر وہ دونوں کھڑے ہو چکے تھے۔ حمزہ آیان سے بغل گیر ہوا۔

"میں زوہا سے ملنے آیا ہوں۔"

"جانتا ہوں۔" حمزہ نے اس کی بات کاٹی، دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم زوہا کے بھائی ہو، یہ بھی جانتا ہوں، مجھے عنایہ نے سب بتا دیا تھا اور پھر جب تم نے کل گھر کا پتا مانگا اور کچھ بتانے کا کہا تب میں کچھ کچھ سمجھ گیا تھا۔" پھر وہ زوہا کی جانب مڑا۔ "زوہا! بھائی کو کوئی چائے شائے پلاؤ۔"

"میں لاتی ہوں۔"

"نہیں، میں آج کچھ جلدی میں ہوں کسی کو وقت دیا ہوا ہے، پھر آؤں گا تو کھانا بھی کھا کر جاؤں گا۔" آیان نے معذرت کی۔

"پلان تو اچھا ہے۔ مجھے پہلے بتا دینا تاکہ تمہیں زوہا کے ہاتھ کے کھانے سے بچا لوں۔" حمزہ کے شرارتی لہجے پر زوہا نے اسے گھورا جبکہ آیان مسکرا دیا۔

"کوئی بات نہیں میں کھا لوں گا۔ چلتا ہوں پھر۔" آیان نے زوہا کو دیکھا تو حمزہ بول پڑا۔

"دیکھ کیا رہے ہو۔ بڑے بھائی ہو، بہن کے سر پر ہاتھ رکھو۔"

آیان نے آگے بڑھ کر نرمی سے اپنا ہاتھ زوہا کے سر پر رکھا اور اس ایک پل میں کتنے ہی آنسو اس کی آنکھوں میں جھلملائے تھے جنہیں اس نے پلکیں جھکا کر چھپایا۔ وہ دونوں باہر نکل گئے جبکہ وہ کتنی دیر اس مہربان پل کے فسوں میں وہیں کھڑی رہی۔

☆☆☆

وہ تیز قدم اٹھاتی اس میز تک آئی تھی جہاں وہ اس کا منتظر تھا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"خیریت تو ہے آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟" اس کے اشارے پر وہ حیران سی بیٹھ گئی۔ یہ تو اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یوں آیان عزیر اسے فون کر کے ریسٹورنٹ میں ملنے کے لیے بلائے گا اور اب تو اس نے اپنے خوابوں سے بھی نظریں چرا لی تھیں۔

"کچھ آرڈر کر لیں۔" آیان نے مینیو کارڈ پریا کی جانب بڑھایا، نگاہیں اسی پر مرکوز تھیں۔

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی گہری آنکھوں پر سے نگاہ چرائی، اس کے بلانے پر آتے ہوئے بھی آ تو گئی تھی مگر اس کی جانب دیکھنے سے گریز اں تھی۔

"آپ بات کریں میں ذرا جلدی میں ہوں، گھر میں کچھ گیسٹس نے آنا ہے۔" مما کی کتنی ہی بار کال آ چکی تھی، اس کے رشتے کے سلسلے میں مما نے ایک فیملی کو دعوت دے رکھی تھی۔

آیان نے اپنی پتلون کی جیب سے میرون رنگ کا چھوٹا سا رنگ کیس نکال کر پریا کے سامنے رکھا جس پر نگاہ پڑتے ہی ایک پل کے لیے جامد ہوئی پھر چونک کر اسے دیکھا۔

"ول یو میری می۔" اس نے گویا اس کے چہرے پر ابھرتے سوال پڑھ لیے تھے۔

اور وہ یوں اچھل کر کھڑی ہوئی تھی گویا بجلی کی تار کو چھو لیا ہو۔

"یہ کیسا مذاق ہے۔" اس کی آنکھوں میں بہت سے آنسو جمع ہو رہے تھے جس کا اسے احساس تک نہیں تھا۔ دھندلی نظروں سے اس نے اطراف میں نگاہ ڈالی۔ اگر یہ خواب تھا تو ختم کیوں نہیں ہو رہا تھا۔

ایسے خالص جذبوں والی لڑکی اسے پہلے کیوں نا نظر آئی، اس وقت اسے دیکھتے یہ خیال آیان عزیر کے اندر ابھرا۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا اسی لیے دھیمے لہجے میں بولا۔

"بیٹھ جائیں پریا! میں سچ میں آپ کو پرپوز کر رہا ہوں۔"

گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو اس نے ہاتھ کی پشت سے پونچھا، حیرت کے جھٹکے کے بعد اب دوسرا احساس شرمندگی کا تھا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گئی۔

"اس دن نادانستگی میں، میں نے آپ کی اور آپ کی دوست کی باتیں سن لی تھیں۔" پریا نے پلکیں جھکائیں۔

"سچ یہی ہے کہ آپ مجھے کبھی بھی نظر نہیں آئیں۔ شاید اس وقت میرے پاس وہ بینائی نہیں تھی کہ جس کی بدولت میں کسی شفاف لڑکی کا چہرہ دیکھ پاتا۔ وہ میری زندگی میں بھیا نک رات کی طرح آئی تھی۔ جس کے بعد مجھے لگا کہ میری زندگی میں کبھی روشنی نہیں ہو سکتی۔ پھر اس دن آپ کی باتیں سن کر میں دنگ رہ گیا تھا، مجھے افسوس ہے کہ میں نے جانے انجانے میں آپ کا دل دکھایا۔"

"آپ مجھے ہمدردی میں پرپوز کر رہے ہیں؟" اس نے سر اٹھایا۔

آیان کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ پھیلی۔

"ایک ایسی لڑکی جس کے دل میں میرے لیے خالص جذبے ہوں، اس کا ساتھ پانا میری خوش نصیبی ہو

گی۔" اس کی جانب اٹھی اس کی نگاہوں میں عزت تھی جو کسی بھی لڑکی کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔

"آپ جو بھی فیصلہ کریں، میں بخوشی قبول کروں گا۔" اس نے گویا اسے مان بخشا۔

اور فیصلہ کرنے میں اسے لمحہ بھی نہیں لگا تھا۔

آج تو اس کی ساری دعائیں پوری ہو گئی تھیں۔ ہاتھ بڑھا کر رنگ کیس اٹھاتے اور پھر ہیرے کی خوب صورت انگوٹھی اٹھا کر انگلی میں پہنتے اس نے مسکرا کر آیان عزیز کو دیکھا تھا، جو پریسا کے چہرے پر اترتے بے رنگوں کو دیکھ کر طمانیت سے مسکرا دیا تھا۔ زندگی کا بہاؤ آہستہ آہستہ درست سمت بہنے لگا تھا جس کی بدولت در آنے والا سکون کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔

☆☆☆

وہ کمرے میں آئی تو نگاہ ترتیب سے رکھی اس کی چیزوں پر پڑی، اس کی یہ عادت زوہا کو بہت پسند تھی۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔

اس کے لبوں پر مسکان آ ٹھہری، وہ آتے ہی تیار ہونے گھس گیا تھا۔ سنگھار میز کے سامنے رکتے اس نے اپنی تیاری پر نگاہ دوڑائی۔ ٹی پنک کلر کا جوڑا جس پر گولڈن نگوں کا خوب صورت کام تھا پہنے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی، ساتھ میں ہم رنگ دوپٹہ سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ ہلکے پھلکے میک اپ اور جیولری نے اسے ایک الگ ہی نکھار بخشا تھا۔ کنگھی کی تلاش میں الماری تک گئی۔ اوپری حصے میں پڑی ڈائری سے نگاہ الجھی۔

یہ اس کے باپ کی ڈائری تھی جو آیان نے عالیہ بیگم کو پڑھنے کے لیے دی تھی اور اب عالیہ بیگم نے اسے پڑھنے کو دی تھی۔ اس پر ہاتھ پھیرتے اس نے گہرا سانس لیا پھر ہاتھ کھینچ کر الماری بند کر دی۔

اسے یہ ڈائری پڑھے بغیر ہی ماں کو واپس کرنی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس میں ماں کی زندگی کے وہ اذیت ناک پل رقم تھے جنہیں وہ پڑھنا نہیں چاہتی تھی، ساتھ میں بیتے باپ کے پچھتاوے بھرے اوراق۔ مگر اب وہ ماضی کی ان تحریروں کو جاننا نہیں چاہتی تھی جس نے کبھی اس کی سوچ کو تلخی رنگ دیا تھا۔

اب وہ آج میں جیتے ہوئے اپنے آج کو سنوارنا چاہتی تھی۔ وہ اس ڈائری کو کھولے بغیر ہی عالیہ بیگم کو واپس کر دے گی۔

یک لخت دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکی۔ باتھ روم سے نکلا حمزہ سنگھار میز کے سامنے رک کر اپنے گیلے بالوں میں کنگھی پھیرنے لگا، مسکراتی نگاہ آئینے میں نظر آتے اس کے بے سنورے روپ پر ڈالی۔

"بہت دیر لگاتی ہو زوہا تیار ہونے میں۔" لہجے میں شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

"ایک تو آپ لیٹ ہیں اور الزام بھی مجھ ہی پر لگا رہے ہیں۔ میری بہن کا ولیمہ ہے، مجھے تو سب سے پہلے پہنچنا چاہیے۔" زوہا نے اسے گھورا۔

"آج بہن کا ولیمہ ہے، کل بھائی کا۔ اب تمہارے بہن بھائی تو فارغ ہیں پر میں تو خاصا مصروف انسان ہوں۔"

"جی جی۔ اس بحث میں ہم بعد میں پڑیں گے اور میں آپ کو یاد کراؤں گی کہ اپنی شادی پر آپ نے کتنی چھٹیاں لی تھیں۔ ابھی دیر ہو رہی ہے۔" سنگھار میز کی دراز سے میچنگ کلچ نکالتے وہ مسکراتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"لیڈیز فرسٹ۔" حمزہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے بڑھنے کے لیے راستہ دیا تو وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔ گاڑی کی چابی اٹھاتا وہ بھی اس کے سنگ ہو لیا اور حمزہ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی زوہا نے ہمیشہ کی طرح اپنی خوش نصیبی پر ڈھیروں شکر ادا کیا تھا، سچ ہے کہ جب انسان شکر کرنا سیکھ لیتا ہے تو خوشی خود بخود دل میں بسیرا کر لیتی ہے۔

شازیہ الطاف ہاشمی

سمیرا بہو

سمیرا بہو جب آئی تھی آتے ہی چھا گئی تھی۔ معصوم بوا نے سارے محلے کی بڑی کی سیٹ سنبھالی اور سمیرا بہو نے بہو نے کی۔ سمیرا سب کی بہو تھی اور سے سگھڑ سیانی اتنی کہ ہر کوئی مشورہ لینے آتا۔

بہو کا میاں شہر کمانے نکلا تا کامی دیکھنا پڑا پھر محلے میں ہی چاٹ چنے کی ریڑھی لگالی۔

سمیرا بہو کے سلیقے کے سبب گھر کی گاڑی چلنے لگی۔ ہر دل عزیز سمیرا بہو آج نصرت بیگم کے ہاں گئی تھی۔

نصرت کا اکلوتا بیٹا شہریار کل ہی لڑکی بھگا کر لایا